

بهترین عشق

<"xml encoding="UTF-8?">

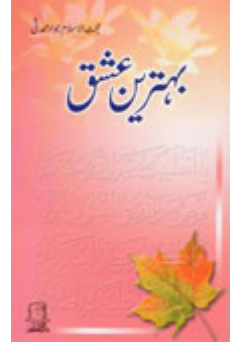
[بهترین عشق](#)

[کتاب کی PDF ڈاؤنلوڈ لنک](#)

<http://alhassanain.org/urdu/?com=book&id=۲۰۵&view=download&format=pdf>

[word](#)

<https://alhassanain.org/urdu/?com=book&id=271&view=download&format=doc>



پیش گفتار

فہرست

[پیش گفتار 2](#)

[دین میں محبت کا مقام 5](#)

اہل بیتؑ کے حقوق اور ہماری ذمے داریاں۔ 10

1:- مودت و محبت۔ 10

2:- ان سے وابستہ رہنا 11

3:- ان کی ولایت و رہبری قبول کرنا 11

4:- انہیں دوسروں پر مقدم رکھنا 12

5:- دینی و دنیاوی امور میں ان کی اقتدا 12

6:- ان کی تکریم و احترام 12

7:- اپنے اموال اورآمد نیا ت میں سے خمس ادا کرو 13

8:- ان سے اوران کی ذریت سے حسن سلوک اوران سے وابستہ رہنا 13

9:- ان پر درود و سلام بھیجنا 13

۱۰:- ان کا اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرنا 14

۱1:- ان کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کرنا 14

12:- ان کی قبور مطہر کی زیارت کو جانا 15

محبت پیدا کرنے کے طریقے 16

۱:- بچپنے سے پہلے کا دور 17

۲:- آبِ فرات اور خاکِ شفا سے تعلق۔ 20

۳:- محبوبیت چاہنے سے استفادہ 22

۴:- شیعہ پر اہل بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا 25

5:- حبِ آلِ محمدؑ کی فضیلت بیان کرنا 32

6:- اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا 35

۷:- محبتِ اہل بیتؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا 42

8:- تعظیم و تکریم اور تعریف.. 47

9:- مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم 53

۱۰:- طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ 55

۱۱:- ولئ نعمت کا تعارف.. 59

۱۲:- اہل بیتؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر 62

۱۳:- اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو حیاتِ ائمہؑ سے منسلک کرنا 66

۱۴:- محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز 67

۱۵:- روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا 69

۱۶:- کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعار تحریر کرنا 72

۱۷:- محبانِ اہل بیتؑ کے قصے 73

۱۸:- انجمن سازی. 74

چند تکمیلی نکات. 75

۱:- محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا 75

۲:- محبت کی نشانیاں. 80

عمل اور تقویٰ. 80

دشمنوں سے بیزارى. 82

مصائب و مشکلات کے لئے تیار رہنا 84

۳:- غلو سے پرہیز 84

ایک میدان دو حملے 88

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجربہ گواہ ہے اور تاریخ بھی اس حقیقت کی شاہد ہے کہ وہ لوگ جو دینی و مذہبی رسوم و آداب سے جذباتی اور قلبی تعلق رکھتے ہیں، جو اہل بیتِ اطہارؑ سے محبت و عقیدت کے جذبات کے مالک ہیں اور جو مذہبی احکام اور دینی شعائر کے پابند ہیں، وہ (دوسروں کی نسبت) بہت کم گمراہی، گناہ اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں یا بہت دیر میں خرابیوں اور برائیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اہل بیتِ رسولؑ اور معصومینؑ کے لئے پاک اور مقدس جذبات، دینداری کی راہ میں زیادہ سے زیادہ ثابت قدمی کا سبب اور اہل بیتؑ سے عشق و محبت لوگوں کو بڑی حد تک گناہ اور گمراہی سے دور رکھنے کا ضامن ہے بشرطیکہ یہ محبت اور دوستی گہری ہو، اسکی جڑیں مضبوط ہوں، بصیرت و معرفت کی بنیاد پر ہو اور درست رہنمائی کے ذریعے انسان کو عمل پر آمادہ کرتی ہو۔

دوسری طرف اگر جوانوں اور نوجوانوں میں عقیدے کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں اور اُن کی صحیح دینی تربیت نہ ہوئی ہو، تو معاشرے کا یہ طبقہ گناہ اور اجتماعی و اخلاقی گمراہیوں کی لہروں سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

اسلام اور اسلامی انقلاب کے دشمنوں نے بھی ”ثقافتی یلغار“ کے منصوبے بنائے اور اُن کے لئے خطیر رقوم مختص کی ہیں اور وہ نوجوانوں کو اسلام کی مقدس تحریک اور انقلاب سے دور کرنے کی خاطر خود ہمارے ملک سمیت عالمی سطح پر بھرپور وسائل اور ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔

آج جو لوگ دینی ثقافت اور ہماری اخلاقی و انقلابی اقدار کے خلاف دشمن کی منظم کوششوں کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بے خبری، غفلت اور سادگی کی علامت ہے جو انوں کے سامنے نا مناسب آئیڈیلز پیش کرنا، انہیں بازاری اور گھٹیا عشق و محبت کی وادی میں دھکیلنا اور اس روحانی ضرورت اور خلا کی گناہ آلود انحرافی تسکین اسلام دشمن طاقتوں کے ہتھکنڈوں اور پروگراموں کا حصہ ہے۔

لہذا ہمیں اپنے پیارے بچوں اور جوانوں کو ان لغزشوں اور سازشوں سے بچانے کی خاطر ان کے بچپن اور نوجوانی کی عمر ہی سے ان کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے اور انہیں فکری، روحانی اور جذباتی غذا فراہم کرنے اور قرآن و عترت کی بنیاد پر صراطِ مستقیم کی جانب ان کی رہنمائی کے لئے منظم اور جچی تلی کوششوں کی ضرورت ہے۔

بچوں اور نوجوانوں کے دل میں اہل بیتؑ کی محبت پیدا کرنا اور اس پاک اور مثالی گھرانے سے ان کی فکر، جذبات اور محبت کو وابستہ کرنا مذکورہ منصوبوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہونا چاہئے وہ لوگ جو کسی سے اظہارِ محبت، کسی کو دل دینے، کسی کو محبوب بنانے کے خواہشمند ہیں اُن کے لئے اہل بیتِ رسولؑ بہترین اور افضل ترین محبوب ہوں گے اور اس خاندان سے عشق قیمتی ترین اور دیرپا ترین عشقوں میں سے ہے صاحبِ دل شاعر سعدی شیرازی کے بقول:

سعدی، اگر عاشقی کنی و جوانی

عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ وہ کونسے طریقے ہیں جن کے ذریعے آج کی نسل کو اہل بیتؑ کا محب اور ان کا چاہنے والا بنایا جا سکتا ہے اور ان کی روح میں اس مقدس اور برتر عشق کا بیج بویا جا سکتا ہے؟

والدین، اساتذہ، مصنفین، فنکار، فلم و ٹیلی ویژن کے اربابِ اختیار، ثقافتی ادارے، تبلیغی اور تربیتی مراکز کے پالیسی ساز حضرات، الغرض وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی طرح بچوں اور نوجوانوں کی شخصیت کی تعمیر میں موثر اور حصہ دار ہیں، وہ محبتِ اہل بیتؑ پیدا کرنے کے طریقوں اور راستوں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں بھی اور معاصر نسل کی فکرو قلب میں دین کی نشو و نما کے سلسلے میں بھی ذمہ دار ہیں۔

راقم الحروف نے بغیر کسی بلند بانگ دعوے کے ایک انتہائی چھوٹے اور ابتدائی قدم کے طور پر یہ مختصر کتابچہ ترتیب دیا ہے اور اس بارے میں کچھ نکات پیش کئے ہیں امید ہے اس موضوع پر صاحبِ نظر حضرات کی توجہ و کوشش اور زیادہ علمی و حقیقی طریقوں کے ذریعے بہت کچھ کام کیا جائے گا اور اہل مطالعہ اور محققین کے لئے استفادے کا باعث ہو گا۔

جواد محدثی

حوزہ علمیہ قم

دین میں محبت کا مقام

اگرچہ طاقت اور قوت سے کام لے کر ہم اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس مقصد کے لئے محبت اور عشق سے استفادہ اور دل میں جذبہ اور کشش پیدا کرنا ایک زیادہ موثر عامل ہے، جو زیادہ دیر پا محرکات پیدا کرتا ہے روایات میں بھی آیا ہے کہ: **الْحُبُّ أَفْضَلُ مِنَ الْخَوْفِ** (محبت خوف سے بہتر ہے بحار الانوار ج ۷ ص ۲۲۶)

اہل بیتؑ سے ہمارے تعلق کی بنیاد کیا ہے اور اس تعلق کو کس بنیاد پر قائم ہونا چاہئے؟

کیا یہ حاکم و محکوم اور حکمران و رعیت کا سا تعلق ہے؟

یا استاد اور شاگرد کے درمیان قائم تعلیم و تعلم کے تعلق کی مانند ہے؟

یا یہ تعلق محبت و مودت اور قلبی اور باطنی رشتہ ہے؟ جو کارآمد بھی ہوتا ہے، دیرپا بھی اور گہرا بھی۔

قرآن کریم اس تعلق کی تاکید کرتا ہے اور مودتِ اہل بیتؑ کو اجرِ رسالت قرار دیتا ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغِ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا، سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے محبت
کروسورہ شوریٰ ۲۲ آیت ۲۳

متعدد روایات میں ”مودۃ فی القربی“ کی تفسیر کرتے ہوئے اسے اہل بیتؑ اور خاندانِ رسولؐ سے محبت و الفت قرار دیا گیا ہے افضل ترین محبت بھی وہی محبت ہے جس کی تاکید خداوند عالم کرتا ہے اور جو لوگ یہ محبت رکھتے ہیں انہیں بھی محبوب رکھتا ہے۔

روایات میں مودت اور ولایت کو خدا کی طرف سے عائد کیا جانے والا ایک فریضہ اور اعمال و عبادات کی قبولیت کا پیمانہ قرار دیا گیا ہے (۱) اپنی احادیث کی رو سے اہل سنت بھی اس نکتے کو قبول کرتے ہیں امام شافعی کا شعر ہے کہ:

یا اہل بیتِ رسولِ اللہ حُبُّکُمْ

فَرَضَ مِنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ

كَفَاكُم مِّنْ عَظِيمِ الْقَدَرَاتِكُمْ

مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لِاصْلَاةٍ لَهُ

اے خاندانِ رسول اللہ! آپ کی محبت وہ الہی فریضہ ہے جس کا ذکر اس نے قرآن میں کیا ہے آپ کے عظیم افتخار کے لئے یہی کافی ہے کہ جو بھی (نماز میں) آپ پر درود نہ بھیجے اسکی نماز درست نہیں (الغدیر ج ۲ ص ۳۰۳)

۱:- پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے: لو انّ عبدًا جاء يوم القيامة بعمل سبعين نبياً ما قبل الله ذلك منه حتى يلقاه بولا يتي وولاية اهل بيتي (كشف الغمہ ج ۲ ص ۱۰)

کیونکہ اس باطنی تعلق کے نتیجے میں محبانِ اہل بیتؑ گمراہیوں اور لغزشوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں اور یہ دین کے اصل اور خالص سرچشمے کی جانب امت کی رہنمائی کا ذریعہ بھی ہے، اسلئے رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں اہل بیتؑ کی محبت کو فروغ دو اور اس محبت کی بنیاد پر ان کی تربیت کرو:

اَدَّبُواَْوْلَادَكُمْ عَلَىٰ حُبِّ وَاٰهْلِ بَيْتِي وَالْقُرْآنِ

اپنے بچوں کی تربیت میری، میرے خاندان کی اور قرآن کی محبت پر کرو (احقاق الحق ج ۱۸ ص ۴۹۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا حَبَبْنَا اِلَى النَّاسِ وَلَمْ يُبَغِّضْنَا اِلَيْهِمْ

خدا اس شخص پر رحمت کرے جو لوگوں میں ہمیں محبوب بنائے، ان کی نظر میں ہمیں مبغوض اور منفور نہ بنائے (بحار الانوار ج ۷ ص ۳۲۸)

نیز آپؐ ہی نے شیعوں پر زور دیا ہے کہ:

اَحِبُّوْنَ اِلَى النَّاسِ وَلَا تُبَغِّضُوْنَا اِلَيْهِمْ، جُرُّوْا اِلَيْنَا كُلَّ مَوَدَّةٍ وَاَدْفَعُوْا عَنَّا كُلَّ قَبِيْحٍ

لوگوں کی نظر میں ہمیں محبوب بناؤ، ان کی نظر میں ہمیں منفور (قابلِ نفرت) نہ بناؤ ہر مودت اور الفت کو ہماری طرف کھینچو اور ہر برائی کو ہم سے دور کرو (بشارة المصطفیٰ ص ۲۲۲)

جس قدر محبت اور قلبی تعلق زیادہ ہو گا اتنی ہی پیروی، ہم آہنگی، ہمراہی اور ہمدلی زیادہ ہو جائے گی ہمفکری، ہمراہی اور یکجہتی کے سلسلے میں عشق اور محبت عظیم اثرات مرتب کرتے ہیلوگ جن ہستیوں سے محبت کرتے ہیں انہی کو اپنا آئیڈیل بناتے ہیں۔

اپنے قائد و رہنما سے جذباتی عقیدت سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں اسکی اطاعت پر اثر انداز ہوتی ہے اور صرف رسماً اور تنظیمی ضوابط کی پابندی کے لئے ہی نہیں بلکہ عشق و عقیدت کی بنیاد پر پیروی کا باعث بنتی ہے۔

لہذا اہل بیتؑ کے ساتھ شیعہ کا تعلق دینی مصادر (قرآن و حدیث) کی بنیاد پر صرف اعتقادی پہلو کا حامل ہی نہیں ہونا چاہئے بلکہ جذباتی، معنوی اور احساسی بھی ہونا چاہئے ہمیں چاہئے کہ فکر و شعور کو جذبات و احساسات کے ساتھ مخلوط کریں اور عقل اور عشق کو ایک دوسرے سے جوڑ دیں بالکل اسی طرح جیسے دورانِ تعلیم ہوتا ہے کہ اگر استاد کا اپنے شاگرد سے تعلق علمی سے زیادہ جذباتی اور محبت و مودت کی بنیاد پر قائم ہو، تو شاگرد شوق کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے۔

ائمہؑ کے ساتھ محبت کے تعلق میں بھی دراصل ہونا یہ چاہئے کہ دل پر ان کی حکمرانی ہو اس صورت میں معرفت، عشق اور اطاعت کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم ہو جاتا ہے معرفت، محبت پیدا کرتی ہے اور محبت ولایت و اتباع کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام کی ایک حدیث میں ان تین عناصر اور انسان کی سعادت و کامیابی میں ان کے کردار کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصَّرَاطِ وَالْوَلَايَةُ لآلِ مُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ

آل محمد کی معرفت دوزخ سے برائت اور نجات کا پروانہ ہے آل محمد کی محبت پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ (passport) ہے اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے (ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۸۷)

اس رابطے کی تصویر کشی اس طرح کی جا سکتی ہے کہ:

معرفت < محبت < اطاعت

امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ:

محبت معرفت کی شاخ ہے (بحار الانوار ج ۶۸ ص ۲۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مطالعے سے بھی پتا چلتا ہے کہ جو کوئی معرفت اور شناخت کی بنیاد پر آپ کی رفاقت اور صحبت اختیار کرتا تھا اُس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی (بحار الانوار ج ۱۶ ص ۱۹۰) یہ بات محبت ایجاد کرنے کے سلسلے میں معرفت کے اثر کی نشاندہی کرتی ہے۔

عشق و محبت پیدا کرنے کے لئے سادہ مراحل سے آغاز کرنا چاہئے اور بعد کے مراحل میں مزید بصیرت اور زیادہ معرفت کے ذریعے اسے گہرا کرنا چاہئے یہاں تک کہ

”حب“ انسانی سرشت کا حصہ بن جائے اور ”محبتِ اہل بیت“ ایک مسلمان اور شیعہ کے دین کا جزو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

هَلِ الدِّينُ إِلَّا الْحُبُّ

کیا دین محبت کے سوا کچھ اور ہے (میزان الحکمت ج ۲ ص ۲۱۵)

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلدِّينُ هُوَ الْحُبُّ وَالْحُبُّ هُوَ الدِّينُ

دین ہی محبت ہے اور محبت ہی دین ہے (بحار الانوار ج ۶۶ ص ۲۳۸)

واضح ہے کہ سچی محبت عمل اور پیروی کا باعث بنتی ہے اور نافرمانی اور مخالفت سے باز رکھتی ہے (۱)

۱:- اس بارے میں مزید جاننے کے لئے بحار الانوار کی جلد ۶۶ میں صفحہ نمبر ۲۳۶ تا ۲۵۳ پر ”راہِ خدا میں حب اور بغض“ سے متعلق احادیث کا مطالعہ کیجئے۔

یہ محبت پیدا کرنے کے لئے لوگوں کی نفسیاتی حالت اور قلبی آمادگی کو پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ محبتِ اہل بیتؑ غیر مستعد (نالائق) اور غیر آمادہ دلوں میں جگہ نہیں بناتی جیسے سخت چکنے پتھر پر پانی نہیں ٹھہرتا اور پتھریلی زمین قابلِ کاشت نہیں ہوتی۔

اہل بیتؑ کے حقوق اور ہماری ذمے داریاں

متعدد روایات میں مودتِ اہل بیتؑ کے علاوہ، ہم پر عائد ہونے والے اہل بیتؑ کے حقوق اور خاندانِ پیغمبرؑ کے مقابل ہماری ذمے داریوں کو بھی بیان کیا گیا ہے اہل بیتؑ کی ولایت، محبت، مودت اور نصرت کے بارے میں احادیث کے کئی ابواب موجود ہیں ان حقوق اور ذمے داریوں کی فہرست کچھ یوں ہے:

1:- مودت و محبت

زیارتِ جامعہ میں ہے کہ:

بِمُؤَالَاتِكُمْ تُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةُ وَلَكُمْ الْمَوَدَّةُ الْوَاجِبَةُ

آپ کی ولایت کے سبب سے (بارگاہِ الہی میں) واجب اطاعتیں قبول ہوتی ہیں اور آپ کی مودت واجب ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک مفصل حدیث میں سلمان ، ابوذر اور مقداد کو خطاب کر کے یہ بھی فرمایا ہے کہ :

إِنَّ مَوَدَّةَ أَهْلِ بَيْتِي مَفْرُوضَةٌ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ

میرے اہل بیت کی مودت ہر با ایمان مرد اور عورت پر فرض اور واجب ہے (بحار الانوار ج ۲۲ ص ۳۱۵)

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عَلَيْكُمْ بِحُبِّ آلِ نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ حَقُّ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

تمہیں چاہئے کہ اپنے نبی کی آل سے محبت کرو، کیونکہ یہ تم پر عائد ہونے والا خدا کا حق ہے (غرر الحکم حدیث

2:- ان سے وابستہ رہنا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِعِتْرَتِي مِنْ بَعْدِي كَانَ مِنَ الْفَائِزِينَ

جو کوئی میرے بعد میرے اہل بیت سے وابستگی اختیار کرے گا وہ کامیاب لوگوں میں سے ہو گا (اہل البیت فی الكتاب والسنة ص ۳۶۹)

3:- ان کی ولایت و رہبری قبول کرنا

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لَنَا عَلَى النَّاسِ حَقُّ الطَّاعَةِ وَالْوَلَايَةِ.

لوگوں پر ہماری اطاعت و ولایت کا حق عائد ہوتا ہے (غرر الحکم)

4:- انہیں دوسروں پر مقدم رکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

أَهْلُ بَيْتِي نُجُومٌ لَأَهْلِ الْأَرْضِ، فَلَا تَتَقَدَّمُوهُمْ وَقَدِّمُوهُمْ فَهُمْ الْوَلَاةُ بَعْدِي

میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے ستارے ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھنا بلکہ انہیں آگے رکھنا کہ یہ میرے بعد والی ہیں (احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۱۹۸)

5:- دینی و دنیاوی امور میں ان کی اقتدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:

أَهْلُ بَيْتِي يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَهُمْ الْأَئِمَّةُ الَّذِينَ يُقْتَدَى بِهِمْ

میرے اہل بیت حق اور باطل کو جدا کرتے ہیں اور وہ ایسے پیشوا ہیں جن کی اقتدا کی جانی چاہئے (احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۱۹۷)

6:- ان کی تکریم و احترام

إِيَّاهَا النَّاسُ! عَظِّمُوا أَهْلَ بَيْتِي فِي حَيَاتِي وَمِنْ بَعْدِي وَ أَكْرِمُوهُمْ وَفَضِّلُوهُمْ

اے لوگو! میرے اہل بیت کی تعظیم کرو، میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی ان کا احترام و تکریم کرو اور انہیں دوسروں پر فوقیت دو (احقاق الحق - ج ۵ - ص ۲۲)

7:- اپنے اموال اور آمدنیات میں سے خمس ادا کرو

سورہ انفال کی آیت ۴۱ میں خمس کو خدا، رسول اور ذوی القربی کے لئے قرار دیا گیا ہے۔

8:- ان سے اور ان کی ذریت سے حسن سلوک اور ان سے

وابستہ رہنا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى صَلَاتِنَا فَلْيَصِلْ صَالِحِي مَوَالِينَا يُكْتَبَ لَهُ ثَوَابُ صَلَاتِنَا

جو کوئی ہمارے ساتھ نیکی پر قادر نہ ہو، اُسے چاہئے کہ ہمارے دیندار محبوں سے نیکی کرے، تاکہ اس کے لئے ہم سے تعلق اور ہمارے ساتھ نیکی کا ثواب لکھا جائے (ثواب الاعمال ص ۱۲۴)

9:- ان پر درود و سلام بھیجنا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى صَلَوةً لَمْ يُصَلِّ فِيهَا عَلَيَّ وَلَا عَلَى أَهْلِ بَيْتِي لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ

جو کوئی نماز پڑھے اور اُس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ بھیجے، تو ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کی جائے گی (احقاق الحق ج ۱۸ ص ۳۱۰)

۱۰:- ان کا اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ بَعَدَنَا مَنْ ذَكَرَ أَمْرَنَا وَدَعَا إِلَى ذِكْرِنَا

ہمارے بعد لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو ہمارے کام اور ہماری تعلیمات کا ذکر کرے اور لوگوں کو ہمارے ذکر کی دعوت دے (امالی طوسی ص ۲۲۹)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے :

إِنَّ ذِكْرَنَا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَذِكْرُ عَدُوِّنَا مِنْ ذِكْرِ الشَّيْطَانِ

ہمارا ذکر خدا کا ذکر ہے اور ہمارے دشمن کا ذکر شیطان کا ذکر ہے (کافی ج ۲ ص ۴۹۶)

۱۱:- ان کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجالسِ عزائے اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے:

إِنَّ تِلْكَ الْمَجَالِسَ أَحِبُّهَا فَأَحْيُوا أَمْرَنَا، إِنَّهُ مَنْ ذَكَرَنَا أَوْ ذُكِّرْنَا عِنْدَهُ فَخَرَجَ مِنْ عَيْنَيْهِ مِثْلُ جَنَاحِ الذَّبَابِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ

ہم ان مجالس کو پسند کرتے ہیں ہمارے امر اور ہماری فکر کو زندہ رکھو بے شک جو کوئی ہمارا ذکر کرے یا اس کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اسکی آنکھ سے پر مگس کے برابر بھی آنسو نہ کل آئے، تو ایسے شخص کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (ثواب الاعمال ص ۲۲۳)

12:- ان کی قبور مطہر کی زیارت کو جانا

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ لِكُلِّ إِمَامٍ عَهْدًا فِي عُقُقِ أَوْلِيَا وَشِيعَتِهِ، وَإِنْ مِنْ تَمَامِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ زِيَارَةُ قُبُورِهِمْ

ہر امام کی طرف سے اس کے چاہنے والوں اور پیروکاروں کے ذمے ایک عہد و پیمان ہے اور اس عہد و پیمان سے مکمل وفاداری کی علامت قبورِ ائمہ کی زیارت ہے (من لا یحضر الفقیہ ج ۲ ص ۵۷۷)

قبورِ ائمہؑ کی زیارت اس قدر زیادہ اجتماعی اور تربیتی اثرات کی حامل ہے کہ اسے حج اور خانہ خدا کی زیارت کے کمال کی علامت شمار کیا گیا ہے بکثرت احادیث میں اہل بیتؑ اور ائمہ معصومینؑ کی حیات اور ان کی وفات کے بعد بھی اُن کی زیارت کی تاکید کی گئی ہے (۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: لوگوں کو ان پتھروں (خانہ کعبہ) کی طرف آئے، ان کا طواف کرنے، اس کے بعد ہمارے پاس آئے، ہم سے اپنی ولایت اور وابستگی کی اطلاع دینے اور ہمارے لئے اپنی نصرت کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے (وسائل الشیعہ ج ۱۰ میزان الحکمت ج

۴(وغیرہ) حج کا یہ اجتماعی اور سیاسی پہلو، ائمہ حق کی نصرت اور اُن سے محبت کے تعلق کی نشاندہی کرتا ہے زیارت کا وہ عظیم ثواب جس کا ذکر روایات میں کیا گیا ہے، بالخصوص کربلا اور خراسان کی زیارت، زیارتِ اربعین و عاشورا اور دور و نزدیک سے زیارت، وہ اس مسئلے کی اہمیت کی علامت ہے قبورِ ائمہؑ کی زیارت، ائمہؑ کے حوالے سے ہماری ذمہ داری ہونے کے ساتھ ساتھ، ہمارے دلوں میں اُن کی محبت پیدا ہونے کا باعث بھی بنتی ہے (اس بارے میں ہم بعد میں گفتگو کریں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

الزَّيَارَةُ تُنْبِتُ الْمَوَدَّةَ

زیارت و دیدار، مودت اور دوستی پیدا کرتا ہے (بحار الانوار ج ۷۱ ص ۳۵۵)

1:- زیارت سے متعلق روایات کے لئے ان کتب سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے بحار الانوار ج ۹۷ تا ۹۹، من لا یحضر الفقیہ ج ۲، کامل الزیارات، عیون اخبار الرضا۔

محبت پیدا کرنے کے طریقے

۱:- بچپن سے پہلے کا دور

۲:- آبِ فرات اور خاکِ شفا سے تعلق

۳:- محبوبیت چاہنے سے استفادہ

۴:- شیعہ پر اہل بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا

۵:- حبِ آلِ محمدؑ کی فضیلت بیان کرنا

۶:- اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا

۷:- محبتِ اہل بیتؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا

۸:- تعظیم و تکریم اور تعریف

۹:- مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم

۱۰:- طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ

۱۱:- ولی نعمت کا تعارف

۱۲:- اہل بیتؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر

۱۳:- اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو حیاتِ ائمہؑ سے منسلک کرنا

۱۴:- محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز

۱۵:- روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا

۱۶:- کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعار تحریر کرنا

۱۷:- محبانِ اہل بیتؑ کے قصے

۱۸:- انجمن سازی

۱:- بچپن سے پہلے کا دور

وہ عوامل جو ایک انسان کی شخصیت کی تشکیل میں موثر ہوتے ہیں، اُن کا آغاز اسکول میں اس کے داخل ہونے اور معاشرے میں اس کے قدم رکھنے سے بہت پہلے ہو چکا ہوتا ہے ان عوامل کا تعلق بچے کی خوراک، ماں کے دودھ، والدین کی شخصیت، ایامِ حمل کے حالات اور نطفے کے قرار پانے وغیرہ جیسے مسائل سے ہوتا ہے ہاں، اس سلسلے میں وراثت کا پہلو بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔

اہلِ دانش، سنجیدہ اور مہذب انسان ایک پاک، شریف، با ایمان، صالح اور کامیاب نسل وجود میں لانے کی خاطر مذکورہ نکات اور باریکیوں کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

ہم بہت سے بزرگانِ دین اور شہدائے اسلام کی سوانح حیات میں پڑھتے ہیں، یا ہم ان کے متعلق سنتے ہیں کہ ان کی مائیں انہیں با وضو ہو کر دودھ پلاتی تھیں جن دنوں یہ افراد اپنی ماؤں کے شکم میں ہوتے تھے، یا وہ انہیں دودھ پلاتی تھیں، اُن دنوں میں وہ اپنے روحانی حالات، غذاؤں، تقریبات میں شرکت اور مطالعے کے لئے کتب کے انتخاب کی جانب خاص دھیان رکھتی تھیں اس دوران ماؤں کا یہ احتیاط اور دھیان بچوں کی شخصیت اور ان کی عادات و اطوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ایامِ حمل اور دودھ پلاتے وقت ماں کونسی آوازیں (ترانوں یا تلاوتِ قرآن، یا نوحوں اور قصیدوں کے کیسٹ) سنتی ہے، کونسی تصاویر اور فلمیں دیکھتی ہے، کیسی تقریبات میں شرکت کرتی ہے، کن لوگوں سے میل جول رکھتی ہے، یہ سب باتیں بچے کی روحانی اور معنوی شخصیت کی تشکیل پر اثر انداز ہوتی ہیں بعض مائیں امام حسین علیہ السلام کے دسترخوان، مجالس کے حصوں اور نذر و نیاز میں دیئے گئے کھانوں کو تبرک کی نیت سے استعمال کرتی ہیں یہ عقیدے اور ایمان بچے میں بھی منتقل ہوتے ہیں۔

خداوند عالم سے صالح فرزند کی دعا کرنا، ولادت کے وقت اس کے کان میں اذان و اقامت کہنا، اس کے لئے اچھا نام منتخب کرنا، (اس بات کے پیش نظر کہ دایہ کا اخلاق بچے میں منتقل ہوتا ہے) اسے دودھ پلانے کے لئے پاک سیرت دایہ کا انتخاب کرنا، بچے کو دریائے فرات کا پانی اور خاکِ شفا چٹانا، اسے قرآنی آیات اور احادیثِ معصومینؑ یاد کرانا، اسے نماز روزے کی تلقین کرنا اور ایسے ہی دوسرے اسلامی آداب و رسوم کا خیال رکھنا، اس بات کی علامت ہے کہ یہ امور بچوں کی عادات و اطوار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

میں نے خدا سے خوبصورت اور خوش قامت بچے طلب نہیں کئے، بلکہ میں نے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے ایسے فرزند عطا فرما جو خدا کے اطاعت گزار اور اس سے خوف کھانے والے ہوں تاکہ جب بھی میں انہیں اطاعتِ الہی میں مشغول دیکھوں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے

(بحار الانوار ج ۱۰ ص ۹۸)

امام زین العابدینؑ نے بھی بچوں کے لئے اپنی مخصوص دعا میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تردینی، روحانی اور اخلاقی خوبیاں اور تقویٰ، بصیرت، اطاعتِ الہی، اولیا اللہ سے محبت اور دشمنانِ خدا سے دشمنی جیسی خصوصیات طلب کی ہیں۔

وَأَجْعَلْهُمْ أَبْرَارًا أَتْقِيَاءَ بُصْرَاءَ سَامِعِينَ مُطِيعِينَ لَكَ

وَلَا وَلِيَا لَكَ مُحِبِّينَ مُنَاصِحِينَ وَ لَجَمِيعِ أَعْدَائِكَ مُعَانِدِينَ وَ مُبْغِضِينَ

اور انہیں نیکو کار، پرہیز گار، روشن دل، حق بات سننے والا، اپنا مطیع و فرمانبردار، اپنے دوستوں کا دوست اور خیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن اور بد خواہ قرار دے (صحیفہ سجادیہ دعا نمبر ۲۵)

پس بچپنے کا زمانہ بچوں کی دینی تربیت اور اُن میں خدا اور اُس کے محبوب بندوں سے انس و الفت پیدا کرنے کا دور ہے اور اُن میں محبتِ اہل بیتؑ پیدا کرنا بھی اس دینی تربیت کا حصہ ہے ہمارا مجالسِ عزائے حسینؑ میں شرکت کرنا اور وہاں ابا عبد اللہ الحسینؑ کے سوگ میں اشک بہانا، ائمہؑ اور اہل بیتؑ کے اقوال و احادیث سننا، ہمارے اُن بچوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے جو ہماری آغوش میں ہوتے ہیں یا شکمِ مادر میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں محبتِ اہل بیتؑ کی جڑیں بچپنے اور شیر خوارگی کے زمانے ہی سے مضبوط ہونے لگتی ہیں اور جوانی اور بزرگسالی میں اس سے کلیاں، پھول اور پھل ظاہر ہونے لگتے ہیں اس نتیجے کا حصول بچوں کی شیر خوارگی اور نوزائیدگی کے زمانے ہی سے اس جانب والدین کی توجہ اور ان کے طرزِ عمل سے تعلق رکھتا ہے لہذا ہمیں معاشرے میں قدم رکھنے والے اپنے بچوں اور جوانوں کی دینی تربیت اور اُن میں خدا کے محبوب بندوں سے محبت و الفت کی نشو و نما کی اہمیت اور ضرورت کی جانب متوجہ رہنا چاہئے۔

ہمارے پاس اپنے بچوں اور جوانوں کو محب آلِ محمدؑ اور دوستدارِ اہل بیتؑ بنا نے کے مختلف طریقے موجود ہیں ان میں سے کچھ طریقے ذہنی اور نظری (theoretical) پہلو کے حامل ہیں یعنی ایسے موضوعات پر گفتگو کرنا جن کے نتیجے میں خاندانِ پیغمبرؑ کی جانب کشش اور میلان پیدا ہو اس حوالے سے نمایاں طریقوں میں ان ہستیوں کے فضائل و مناقب، بارگاہِ الہی میں ان کے بلند مقام، ان اولیائے الہی کی سیرت و سوانح کا بیان اور حتیٰ ان کی شکل و صورت اور ظاہری اوصاف کا تذکرہ شامل ہے انبیاء اور ائمہؑ سے منسوب تصاویر کے ذریعے بھی بعض لوگوں میں اُن سے محبت و عقیدت پیدا ہوتی ہے۔

دوسرا پہلو عملی طریقوں پر مشتمل ہے یعنی ایسے پروگراموں کا انعقاد اور مفید نکات پر توجہ جن کے نتیجے میں بچوں اور جوانوں کے دلوں میں محبتِ اہل بیتؑ پیدا ہو یہ کام والدین، اساتذہ، تربیتی امور کے ذمے دار علما و دانشور اور نسلِ جوان کے پسندیدہ افراد اچھے طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔

اب ہم ان میں سے کچھ راستے اور طریقے پیش کرتے ہیں

۲:- آبِ فرات اور خاکِ شفا سے تعلق

اہل بیتؑ سے تعلق رکھنے والی اشیا اور علامات سے استفادہ ان سے محبت اور دوستی کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے ”عاشورا“ اس گہرانے سے رشتہ عقیدت کی برقراری کا نمایاں ترین مظہر ہے ”شہادت“ اور ”تشنگی“ عاشورا کے

دو اہم ترین مظہر ہیں ”آبِ فرات“ امام حسینؑ اور ان کے انصار واقربا کی تشنگی اور حضرت عباسؑ کی وفا یاد دلاتا ہے جبکہ خاکِ شفا ”ثار اللہ“ کے خون سے گندھی ہوئی مٹی ہے اور ان دونوں میں عاشورا کی ثقافت اور حبِ اہل بیتؑ پائی جاتی ہے۔

شیعہ تعلیمات میں جن مذہبی رسوم کو اہمیت دی گئی ہے، اُن میں سے ایک رسم ولادت کے موقع پر بچے کو آبِ فرات اور خاکِ شفا چٹانا ہے۔

یہ عمل بچوں کی ولادت کے وقت ہی سے اہل بیتِ رسولؑ اور عاشورا سے ان کا رشتہ جوڑنے کا باعث بنتا ہے اسی طرح یہ عمل یہ رشتہ جوڑنے اور یہ تعلق قائم کرنے کے لئے ان بچوں کے والدین کے لگاؤ کی علامت بھی ہے یہ آب اور خاک قدرتی طور پر بچے کی سرشت و طینت اور اسکی عادات و اطوار پر اثر مرتب کرتی ہے بہت سی احادیث کے مطابق، خداوند عالم نے حسین ابن علیؑ کی قبرمظہر کی خاک میں شفا اور علاج کی خاصیت رکھی ہے (وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۴۱۱، بحار الانوار ج ۹۸ ص ۱۱۸) اس خاک اور اس پانی میں محبت ایجاد کرنے کا اثر بھی رکھا گیا ہے۔

پس اپنے بچوں میں محبتِ اہل بیتؑ ایجاد کرنے کے عملی طریقوں میں سے ایک طریقہ اس رسم پر عمل کرنا ہے روایات میں بھی اسکی جانب متوجہ کیا گیا ہے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

حَنِّكُوا وَلَدَكُمْ بِمَاءِ الْفَرَاتِ

اپنے نومولود کا دہن آبِ فرات سے تر کرو (بحار الانوار ج ۹۷ ص ۲۳۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی نے سلیمان بن ہارون بجلی سے فرمایا:

مَا أَظُنُّ أَحَدًا يُحَنِّكُ بِمَاءِ الْفَرَاتِ إِلَّا أَحَبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ

میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے آبِ فرات سے اپنے نومولود کا دہن تر کیا ہو اور وہ (بچہ) ہم اہل بیت کا محب نہ ہو (بحار الانوار ج ۹۷ ص ۲۲۸، ۲۳۰)

امام جعفر صادقؑ نہرِ فرات کو جنت کی ایک نہر قرار دیتے تھے، جو خدا پر ایمان لائی ہے اور ایک روز اس میں جنت سے ایک قطرہ آ کر گرا تھانیز آپؑ نے فرمایا ہے:

مَنْ شَرِبَ مِنْ مَاءِ الْفَرَاتِ وَحَنَّكَ بِهِ فَهُوَ مُحَبَّبٌ أَهْلَ الْبَيْتِ

جو کوئی آبِ فرات نوش کرے یا اس سے بچے کے دہن کو تر کرے، تو یقیناً وہ ہمارے خاندان کا محب ہو

گا(بحارالانوار ج ۹ ص ۲۲۸، ۲۳۰)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

إِنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ لَوْ حَنَّكَوْا وَلَدَ هَمِّ بَمَاءِ الْفَرَاتِ لَكَانُوا شِيعَةً لَنَا

اگر اہل کوفہ نے اپنے بچوں کے دہن کو آبِ فرات سے تر کیا ہوتا، تو وہ ہمارے شیعہ ہو جاتے (ایضاً ج ۶ ص ۲۲۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَا حَذُّ يَشْرَبُ مِنْ مَاءِ الْفَرَاتِ وَ يُحَنِّكَ بِهِ إِذَا وَلَدَ إِلَّا أَحَبَّنَا، لِأَنَّ الْفَرَاتَ نَهْرُ مُؤْمِنٍ

کوئی ایسا نہیں جس نے آبِ فرات پیا ہو، یا اپنے بچے کے دہن کو آبِ فرات سے تر کیا ہو اور وہ ہمارا محب نہ ہو
ہو کیونکہ فرات مومن نہر ہے (ایضاً ج ۱۰ ص ۱۱۲)

امامؑ نے بچوں کی ولادت کے موقع پر ان کو خاکِ شفا چٹانے کی بابت حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

حَنَّكَوْا وَلَدَ كَمْ بِتُرْبَةِ الْحُسَيْنِ، فَانْهَأَمَانٌ

اپنے بچوں کو خاکِ شفا چٹاؤ کیونکہ یہ ان کے حفظ و امان کا باعث ہے

(وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۲۱۰ بحارالانوار ج ۹ ص ۹۸ اور ۱۲۴ اور ۱۳۶)

البتہ روایات میں زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ خاکِ شفا سے علاج کی غرض سے یہ استفادہ اس وقت سود مند ثابت ہو گا جب انسان اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ خداوند عالم نے خاکِ شفا میں یہ منفعت اور خیر کا پہلو رکھا ہے (بحارالانوار ج ۹ ص ۹۸)

پانی یا شربت میں خاکِ شفا کو حل کر کے علاج کی غرض سے اسے پینے یا دوسروں کو پلانے کی یہ رسم، ائمہؑ کے زمانے میں بھی رائج تھی (ایضاً ص ۱۲۱) اور آج بھی مکتبِ اہل بیتؑ کے ماننے والوں میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

۳:- محبوبیت چاہنے سے استفادہ

ہر انسان چاہتا ہے کہ دوسرے اس سے محبت کریں اور اس پر توجہ دیلوگوں کو جذب اور مائل کرنے کے لئے ان سے محبت و عقیدت کا اظہار انتہائی موثر واقع ہوتا ہے ہر انسان کی دلی آرزو ہوتی ہے کہ کوئی اہم، معروف اور معتبر ہستی اس سے محبت اور چاہت کا اظہار کرے اور اگر یہ اظہار محبت و پسندیدگی خدا، رسولؐ اور ائمہ اطہارؑ کی طرف سے کیا جا رہا ہو، تو کیا کہنے!!

اس بنیاد پر ہمیں لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانا چاہئے کہ اہل بیتؑ سے محبت اور ان سے ولایت رکھنے کی وجہ سے انسان خدا اور اس کے رسول کی محبت کا مستحق ہو جاتا ہے کیا کوئی نعمت اس سے بھی بڑھ کر ہو سکتی ہے؟

اس بات کا اظہار کہ ائمہؑ اپنے محبوبوں سے محبت کرتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں ائمہؑ کی محبت پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے اس بارے میں بکثرت روایات ہیں، ان ہی میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ :

ایک شخص امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمة اللہ وبرکاتہ، کیف اصبحْتَ؟

اے امیر المومنین! آپ پر سلام (اور خدا کی رحمت و برکت) ہو آپ نے کس حال میں صبح کی؟

امامؑ نے سر اٹھا کے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

اصبَحْتُ مُحِبًّا لِمُحِبِّينَا وَمُبْغِضًا لِمَنْ يُبْغِضُنَا

میں نے اس حال میں صبح کی کہ اپنے محب سے محبت کرتا ہوں اور اس کا دشمن ہوں جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۷)

ہامی محبت اور خدا اور بندے یا پیغمبر اور امت کے ایک دوسرے سے خوش ہونے کا ذکر ایک سود مند عمل ہے اس بارے میں قرآن مجید میں بھی مثالیں پائی جاتی ہیں، جیسے :

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ

خدا اُن سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے

(سورہ مائدہ ۵ آیت ۱۱۹، سورہ توبہ ۹ آیت ۱۰۰، سورہ مجادلہ ۵۸ آیت ۲۲، سورہ بینہ ۹۸ آیت ۸)

فَسَوْفَآ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَہ

تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اسکی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی ہے (سورہ مائدہ ۵ آیت ۵۴)

یہ آیات صاحبانِ ایمان، صاحبانِ عملِ صالح، دیندار اور راہِ خدا میں ثابت قدم رہنے والے افراد کے بارے میں ہیں

اسی طرح یہ سوال کرنا کہ خدا کن لوگوں سے محبت کرتا ہے؟ اور اس کا یہ جواب دینا کہ محبانِ اہل بیتؑ سے اور پھر یہ نتیجہ دینا کہ اہل بیتؑ سے مودت کے نتیجے میں انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے خاندانِ پیغمبرؑ سے محبت میں اضافے کا باعث ہے

خدا کے منتخب بندوں سے محبت کرنا بھی باعثِ افتخار ہے، اور ان کا محبوب ہونا بھی فضیلت کی بات ہے ہم ائمہؑ کے حرم میں پڑھی جانے والی زیارتِ امین اللہ میں خدا کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ :

مُحِبَّةٌ لِصَفْوَةِ اولیاء ک، مَحْبُوبَةٌ فِی اَرْضِک و سماء ک

بارِالہا ! ہمیں اپنے برگزیدہ اولیا سے محبت کرنے والا بنا دے اور اپنی زمین اور اپنے آسمان پر محبوب قرار دے

(مفاتیح الجنان، زیارتِ امیر المومنین، زیارتِ امین اللہ)

اہل بیتؑ سے محبت، انسان کو اس گھرانے کا ہم دل و ہم ساز بنا دیتی ہے اور وہ اس خاندان کا ایک رکن بن جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمانِ فارسی کو اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دیا اور فرمایا کہ: سلمانٌ مِنَّا اهلَ البیت (سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے مناقب ابن شہر آشوبج ص ۸۵)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی جملہ حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں بھی فرمایا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فضیل بن یسار (رجال کشیج ص ۲۷۳ اور ۳۸۱) اور یونس بن یعقوب (ایضاً ص ۱۸۵) کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہیں

کسی انسان کا خاندانِ پیغمبر میں شمار کیا جانا اسکے لئے ایک عظیم نعمت ہے محبتِ اہل بیتؑ وہ اعزا زہے جس کے ذریعے ان کا محب یہ امتیاز حاصل کرتا ہے اس سلسلے میں درج ذیل دو احادیث پر توجہ فرمائیے، جن میں سے ایک محبت کو اور دوسری تقویٰ اور عملِ صالح کو گروہِ اہل بیت کی رکنیت کا ذریعہ قرار دیتی ہے

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مَنْ أَحَبَّنَا فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ

جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے وہ ہم اہل بیت میں سے ہے

(تفسیر عیاشیج ۲ ص ۲۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ اتَّقَى مِنْكُمْ وَأَصْلَحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ

تم میں سے جو کوئی تقویٰ اختیار کرے، اور صلاح و اصلاح کے لئے کوشاں ہو، وہ ہم اہل بیت میں سے ہے (ایضاً)

اس نکتے کی جانب توجہ اہمیت کی حامل ہے کہ تقویٰ اور نیکوکاری کے بغیر صرف محبتِ ہل بیتؑ کام نہیں آئے گی اور حقیقی محبت انسان کو اپنے محبوب کا ہمدم وہم ساز اور ہمرنگ بنا دیتی ہے

۴:- شیعہ پر اہل بیتؑ کی عنایات کی جانب متوجہ کرنا

اہل بیتؑ کے پیروکار اور ان کے محبین خاندانِ پیغمبر کی توجہ، عنایات اور قدردانی کا مرکز ہوتے ہی خاندانِ نبوت کی اس محبت، تکریم اور عنایت کی جانب متوجہ رہنا اور اس کی طرف دوسروں کی توجہ مبذول کرانا، دلوں میں ان کی محبت ایجاد کرتا ہے اور پہلے سے موجود محبت میں اضافہ کرتا ہے۔

اہل بیتؑ اپنے محبوں کو پسند کرتے ہیں، انہیں پہچانتے ہیں اور انہیں اپنے آپ سے تعلق رکھنے والے درخت کی شاخیں قرار دیتے ہیں دنیا میں ان کی مشکلات حل کرتے ہیں، آخرت میں ان کی شفاعت کرتے ہیں اور اپنے محبوں کو کبھی نہیں بھولتے۔

اس بارے میں بھی بہت ساری احادیث موجود ہیں، ہم یہاں چند احادیث بطور مثال پیش کرتے ہیں:

حُذیفہ بن اُسَید غفاری کہتے ہیں: جب امام حسن علیہ السلام معاویہ سے صلح کے بعد مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے، تو میں اُن کے ہمراہ تھا اُن کے پاس مال و اسباب سے لدا ہوا ایک اونٹ تھا، جو ہمیشہ اُن کے ساتھ ساتھ رہتا تھا، کبھی جدا نہیں ہوتا تھا ایک روز میں نے عرض کیا: اس اونٹ پر کیا لدا ہے جو آپ سے جدا نہیں ہوتا؟

امام نے فرمایا: تمہیں نہیں معلوم کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیامام نے فرمایا: دیوان ہے میں نے عرض کیا کس چیز کا دیوان (رجسٹر) ہے؟ فرمایا:

دیوانُ شیعَتِنافیہ اَسْمَاؤُہُمْ

ہمارے شیعوں کا دیوان ہے، اس میں ان کے نام درج ہیں

(بحار الانوار ج ۲۶ ص ۱۲۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا:

وَعَرَفْنَا شِيعَتَنَا كَعِرْفَانِ الرَّجُلِ اَهْلَ بَيْتِهِ

ہم اپنے شیعوں کو اُسی طرح پہچانتے ہیں جیسے ایک انسان اپنے اہل خانہ کو پہچانتا ہے (بحار الانوار ج ۲۶ ص ۱۲۶)

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم جس کسی کو دیکھتے ہیں پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن حقیقی ہے یا منافق ہمارے شیعہ لکھ دیئے گئے ہیں ان کے نام اور ان کے اجداد کے نام جانے پہچانے ہی خدا نے ہم سے اور ان سے عہد لیا ہے کہ جہاں ہم جائیں گے وہاں وہ بھی داخل ہوں گے۔

إِنَّ شِيعَتَنَا لَمَكْتُوبُونَ مَعْرُوفُونَ بِأَسْمَاءِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ، أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ عَلَيْنَا وَعَلَيْهِمْ، يَرِدُونَ مَوَارِدَنَا وَيَدْخُلُونَ مَدَاخِلَنَا (بحار الانوار ج ۲۳ ص ۳۱۳)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آیت قرآن: وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا (جنہیں ہم نے ہدایت دی اور منتخب کیا سورہ مریم ۱۹ آیت ۵۸) کے بارے میں فرمایا:

فَهُمْ وَاللَّهُ شِيعَتُنَا الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ لِمَوَدَّتِنَا وَاجْتَبَاهُمْ لِدِينِنَا

خدا کی قسم، یہ ہمارے شیعہ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہماری مودت اور محبت کی جانب رہنمائی کی ہے اور انہیں ہمارے دین کے لئے منتخب کیا ہے (بحار الانوار ج ۲۶ ص ۲۲۲)

خاندانِ رسولؐ سے محبت اور اُن کی پیروی ایک ایسی گرانقدر توفیق ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور ہمیں چاہئے کہ اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

ائمہؑ کی اپنے شیعہ پر دوسری عنایت روزِ قیامت شفاعت کی صورت میں ظاہر ہو گی، جس کی جانب وہ احادیث اشارہ کر رہی ہیں جو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت: **إِنَّ إِلَيْنَا أِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ** (یقیناً انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے پھر یقیناً ان کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے سورہ غاشیہ ۸۸ آیت ۲۵، ۲۶) کے ذیل میں فرمایا ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَعَلَ اللَّهُ حِسَابَ شِيعَتِنَا عَلَيْنَا

جب روزِ قیامت آئے گا، تو خداوند عالم ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے ذمے کر دے گا (بحار الانوار ج ۷ ص ۲۰۳)

آپؐ ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

نَشْفَعُ لِشِيعَتِنَا فَلَا يَرُدُّنَا رَبُّنَا

ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کرتے ہیں اور خداوند عالم بھی ہماری شفاعت کو مسترد نہیں کرتا (بحار الانوار ج ۸ ص ۲۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَيُّمَانُكُونُ فَشِيعَتُنَا مَعَنَا

جہاں کہیں ہم ہوں گے، ہمارے پیروکار بھی ہمارے ساتھ ہوں گے

(بحار الانوار ج ۸ ص ۴۱)

حتیٰ یہ ساتھ جنت میں داخلے کے وقت بھی پایا جائے ہو گا حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وخمسةُ ابوابٍ يَدْخُلُ مِنْهَا شِيعَتُنَا وَمُحِبُّونَا

جنت کے آٹھ دروازوں میں سے پانچ دروازوں سے ہمارے شیعہ اور محب داخل ہوں گے (بحار الانوار ج ۲ ص ۲۰۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسجد میں شیعوں کے ایک گروہ کو دیکھا، آپؑ اُن کے نزدیک گئے، انہیں سلام کیا اور فرمایا:

وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَاحِبُّ رِیْحِكُمْ وَارَواَحَکُمْ اَنْتُمْ السَّابِقُونَ اِلَى الْجَنَّةِ، قَدْ ضَمِنَّا لَکُمُ الْجَنَانَ بِضَمَانِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ شَرْفًا وَشَرَفُ الدِّیْنِ الشَّیْعَةُ، اَلَا اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ عِمَادًا وَعِمَادُ الدِّیْنِ الشَّیْعَةُ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ سَيِّدًا وَ سَيِّدُ الْمَجَالِسِ مَجَالِسُ شِیْعَتِنَا

خدا کی قسم! میں تمہاری بو اور تمہاری روح کو پسند کرتا ہوں تقویٰ اور جد و جہد کے ذریعے ہماری مدد کرو تم خدا کے دین کے مددگار ہو تم وہ لوگ ہو جو سب سے پہلے جنت کی طرف جاؤ گے ہم نے تمہارے لئے جنت کی ضمانت لی ہے ہر چیز کی بزرگی ہوتی ہے اور دین کی بزرگی شیعہ پیہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون شیعہ پیہر چیز کا سردار و رئیس ہوتا ہے اور بہترین مجالس اور ان کی سرور سردار ہمارے شیعوں کی مجالس ہیں

(بحار الانوار ج ۶۵ ص ۴۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے قرآن کریم میں ذکر ہونے والے شجرہ طیبہ کے بارے میں فرمایا: یہ درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اسکا تنہا علی ہیں اس کی شاخ فاطمہ ہیں اس کے پھل اولادِ فاطمہ ہیں اور اس درخت کے پتے ہمارے شیعہ پیہر بھی ہمارے شیعوں میں سے کوئی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے، تو اس درخت کا ایک پتہ گر جاتا ہے اور جب بھی شیعوں کے یہاں کسی کی ولادت ہوتی ہے، تو اس پتے کی جگہ ایک دوسرا پتہ اُگ آتا ہے (بحار الانوار ج ۹ ص ۱۱۲)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِطَّلَعَ اِلٰی الْاَرْضِ فَاخْتَارَنَا وَاَخْتَارَ لَنَا شِیْعَةً یَّنصُرُوْنَنا وَ یَفْرَحُوْنَ بِفَرَجِنَا وَ یَحْزَنُوْنَ لِحُزْنِنَا وَ یَبْذُلُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ فِیْنَا، فَاولئکَ مِنَّا وَاِلَیْنَا وَهُمْ مَعَنَا فِی الْجَنَّةِ

خداوندِ عالم نے زمین کی طرف نگاہ ڈالی اور ہمیں چن لیا، اور ہمارے لئے پیروکار منتخب کئے، جو ہماری مدد کرتے ہیں، ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں، ہمارے غم میں غمگین ہوتے ہیں اور ہماری راہ میں اپنی جانوں اور اموال کو خرچ کرتے ہیں وہ ہم سے اور ہماری طرف سے ہیں اور وہ جنت میں ہمارے ساتھ ہوں گے (میزان الحکمة ج ۵ ص ۲۳۳)

مذکورہ روایات اس گہرانے کے پیروکاروں پر خدا اور اہل بیتؑ کی عنایات اور اس محبت اور ولایت کے حامل لوگوں کے ممتاز مقام کو ظاہر کرتی ہیں خاص عنایات جو دو کرم کے حامل اس گہرانے سے انسان کی محبت میں اضافہ کرتی ہیں اور ان سے الفت و عقیدت پیدا کرتی ہیں۔

ائمہ اطہارؑ کی نگاہ میں اپنے شیعہ کی قدر و منزلت، اُن کی اپنے محبوبوں پر خاص توجہ اور محبتِ اہل بیتؑ کے چشمے سے سیراب ہونے والوں اور آلِ اللہ سے ولا رکھنے والوں کے لئے خدا کے مقرر کردہ مقام کے بارے میں اس قدر احادیث موجود ہیں جن کا شمار ممکن نہیں اور جنہیں نقل کرنے کے لئے ایک انتہائی ضخیم کتاب درکار ہو گی لیکن ان احادیث کے ایک حصے کے مضامین سے آگہی کے لئے، ہم ذیل میں ان فضیلتوں اور خصوصیات میں سے بعض کے عناوین پیش کرتے ہیں (۱)

1:- ان کثیر احادیث کے متن کے مطالعے کے لئے بحار الانوار کے معجم المفہرس میں لفظ شیعہ کے ذیل میں آنے والی احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔

شیعیانِ علی روز قیامت سیراب، رستگار اور کامیاب ہیں شیطانِ شیعیانِ علی پر مسلط نہیں ہوسکتا شیعیانِ علی شیعیانِ خدا ہیں شیعیانِ علی مغفرت شدہ ہیں شیعیہ روز قیامت حضرت علیؑ کے ہاتھوں جامِ کوثر سے سیراب ہوں گے ان کے پیروکار دنیا اور آخرت میں فتحیاب ہیں اگر شیعہ نہ ہوتے تو خدا کا دین مضبوط نہ ہو پاتا یہ بہترین بندگانِ خدا اور صراطِ حق پر ہیں انہوں نے دینِ اہل بیتؑ اپنایا ہے ہمارے شیعہ دوسروں کی نسبت خدا کے عرش اور ہم سے نزدیک تر ہیں ہمارے شیعہ دوسروں پر گواہ ہیں اور ہمارے شیعہ اصحاب الیمین ہیں ہمارے شیعہ ہدایت یافتہ، گرانقدر، صادق اور شیطان کے تسلط سے نجات یافتہ ہیں قیامت کے دن ہمارے شیعہ اپنی قبروں سے نورانی چہروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سوار پر آئیں گے شیعہ نورِ خدا کے ذریعے دیکھتے ہیں ہماری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں بھی ہمارے شیعہ بھی ہمارے نور کی شعاع سے پیدا کئے گئے ہیں خداوندِ عالم ہمارے شیعہ کو دنیا ہی میں اس کے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے خدا نے ہمارے شیعوں سے میثاقِ ولایت لیا ہوا ہے ہم اپنے شیعوں پر گواہ ہیں اور ہمارے شیعہ دوسروں پر گواہ ہمارے شیعہ اپنے گہرانے کی شفاعت بھی کرسکتے ہیں شیعہ شہید دوسرے شہدا سے برتر ہے ہمارے با ایمان پیروکار پیغمبر کے اقربا ہیں۔ -

احادیث میں شیعوں کے اور اسی طرح کے سینکڑوں بلند مراتب اور فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔

البتہ یہ اوصاف و فضائل اور اعلیٰ مقامات و مرتبے جس قدر گراں قیمت اور پسندیدہ ہیں اسی قدر وہ زیادہ ذمہ داری، فرض شناسی اور دینداری کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ انسان اس مقام و مرتبے کا اہل بن سکے (اس کتاب کے اختتامی نکات پر غور فرمائیے گا)

5:- حبِ آلِ محمدؐ کی فضیلت بیان کرنا

وہ افراد اور ادارے جو محبتِ اہلِ بیتؑ کی تبلیغ کرتے ہیں اُن کی سرگرمیاں دوسروں کو اس محبت کی جانب مائل کرنے میں موثر ہوتی ہیں ایک منصوبہ بندی کے ساتھ محبتِ اہلِ بیتؑ کی فضیلت، اس کی برکات اور اس کے آثار کو مسلسل بیان کرنا چاہئے یہ چیزیں بہر صورت کچھ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان تبلیغات کے نتیجے میں لوگ اس جانب مائل ہوتے ہیں اس بارے میں بہت سی احادیث ہیئتال کے طور پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَتُخَّ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنَّةِ

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ مَزَارَ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ

جو کوئی حبِ آلِ محمد کے ساتھ مرے وہ شہادت کی موت مرا ہے وہ بخش دیا گیا ہے وہ تائب مرا ہے وہ ایمان

کامل کے ساتھ مرا ہے ملک الموت اسے جنت کی بشارت دیتا ہے اس کی قبر میں دو کھڑکیاں بہشت کی جانب کھلتی ہیں اس کی قبر خدا کی رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بن جاتی ہے۔

اس قسم کی بکثرت روایات موجود ہیں جن کا ذکر دلوں کو ہلا کے رکھ دیتا ہے اور لوگوں کو اہل بیتؑ کا شیفتہ بنا دیتا ہے روایات میں اس محبت کی فضیلت کے بارے میں کثرت کے ساتھ درج ذیل نکات کا ذکر ہوا ہے:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

اساس الاسلام حبّی وحبّ اہل بیّتی

میری اور میرے اہل بیت کی محبت اسلام کی اساس ہے

(کنز العمال ج ۱۲ ص ۱۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حُبُّنا اہل البیت نظامُ الدّین

ہم اہل بیت کی محبت نظامِ دین ہے (امالی طوسی ص ۲۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّنَا فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ وَمَنْ أَبْغَضَنَا فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ

جس کسی نے ہم سے محبت کی، اُس نے خدا سے محبت کی اور جس نے ہم سے بغض رکھا، اُس نے خدا سے بغض رکھا (امالی صدوق ص ۳۸۶)

زیارتِ جامعہ کبیرہ میں بھی ہم پڑھتے ہیں کہ:

مَنْ أَحَبَّكُمْ فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ

جس نے آپ سے محبت کی، اُس نے خدا سے محبت کی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من احبّ هولاء فقد احبّنی ومن ابغضهم فقد ابغضنی

جس نے اہل بیت سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا

(تاریخ دمشق ترجمۃ الامام الحسین ص ۹۱)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنِّیْ ثَا عَلَمٌ اَنَّ هَذَا الْحَبَّ الَّذِیْ تَحِبُّوْنَ لَیْسَ بِشَیْءٍ صَنَعْتُمُوْهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ صَنَعَهُ

میں جانتا ہوں کہ یہ محبت جو تم ہم سے کرتے ہو ایسی شے نہیں ہے جسے خود تم نے وجود دیا ہو، بلکہ اس سے اللہ نے تمہیں نوازا ہے

(المحاسن ص ۲۴۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے :

حُبُّنا اهل البيت افضلُ عبادۃ

حُبِ اہلِ بیت بہترین عبادت ہے (المحاسن ص ۲۲۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کا ارشاد ہے:

لا تستصغروا مودَّتَنَا، فَإِنَّهَا مِنَ الْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ

ہماری محبت کو معمولی نہ سمجھنا، یہ باقیاتِ صالحات میں سے ہے

(مناقبِ ابنِ شہر آشوب ج ۴ ص ۲۱۵)

پس جب محبتِ اہل بیتؑ کو اس قدر فضیلت حاصل ہے، تو ہمیں چاہئے کہ اپنے دل کو ان کی محبت سے بھر لیں اور ان سے عشق اور عقیدت کا اظہار کریں کیونکہ یہ محبت اور عشق کرنے کے لئے لائق ترین افراد ہیں اگر ہم دل کو ایک طرف سمجھیں تو اس طرف کی قدر و قیمت اس محبت سے وابستہ ہے جو اس کے اندر موجود ہے انسان کی قیمت اس عشق سے ہے جو اس کے دل میں بسا بوجس قدر وہ معشوق اور محبوب گراں قیمت اور بیش بہا ہو گا اتنا ہی انسان بھی قیمتی اور گراں قدر ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے: اے لوگو! ہمیشہ میرے گھرانے سے محبت رکھو اور اس سے جدا نہ ہو جو کوئی خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس (کے دل) میں ہماری محبت ہو، تو ایسا شخص ہماری شفاعت کے ذریعے جنت میں داخل ہو گا (بحار الانوار ج ۲۷ ص ۱۹۳)

6:- اس محبت کی ضرورت اور فوائد بیان کرنا

انسان عموماً اس شخص یا ہستی کو پسند کرتا ہے اور اس سے محبت رکھتا ہے جو اس کی مشکلات حل کرے اور اسے فائدہ پہنچائے لوگوں کے باہمی تعلقات میں یہ مسئلہ انتہائی واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ہماری مسلسل زندگی جو آخرت تک جاری رہے گی اس میں ہم کہاں پہنستے ہیں اور کہاں کہاں ہمیں مدد کی ضرورت ہوتی ہے؟

موت کے وقت، برزخ میں، قیامت کے دن اور پل صراط عبور کرتے ہوئے ہمیں شدت کے ساتھ کسی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس وقت ہم مشکل کا شکار ہوتے ہیں، ہمیں ایسے مواقع پر محبتِ اہل بیتؑ کے کارآمد ہونے سے واقف ہونا چاہئے اس بارے میں بھی بہت زیادہ احادیث موجود ہیں، ان ہی میں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی چند مشہور احادیث درج ذیل ہیں:

حُبِّي وَحُبُّ أَهْلِ بَيْتِي نَافِعٌ فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ أَهْوَاهُنَّ عَظِيمَةٌ:

عند الوفاة وفي القبر وعند الشُّورِ، وعند الكتابِ وعند الحسابِ وعند الميزانِ وعند الصَّراطِ

میری اور میرے اہل بیت کی محبت سات مقامات پر فائدہ پہنچاتی ہے، وہ سات مقامات جن کی ہولناکی اور ہراس عظیم ہے موت کے وقت، قبر میں، قبر سے اٹھائے جانے کے موقع پر، نامہ اعمال سپرد کرتے وقت، اعمال کے حساب اور جائزے کے وقت، اعمال کا وزن کرتے وقت اور صراط عبور کرتے ہوئے (میزان الحکمة ج ۲ ص ۲۳۷)

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَا عَدَدْتُ لَهَا؟ قَالَ: مَا عَدَدْتُ لَهَا كَبِيرًا، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَالَ: فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّيْتَ (المرء مَعَ مَنْ أَحَبَّ) قَالَ انس: فَمَارَأَيْتُ الْمُسْلِمِينَ فَرَحُوا بَعْدَ الْأَسْلَامِ بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْ فَرَحِهِمْ بِهَذَا

ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ قیامت کیا ہے اور کس طرح واقع ہو گی؟ آنحضرت نے اس سے پوچھا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کوئی خاص اہم چیز تیار نہیں کی ہے، سوائے یہ کہ خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں آنحضرت نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو (انسان اس ہستی کے ساتھ محصور ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے)

انس کہتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا کہ مسلمان اسلام کے بعد اس کلام سے زیادہ کسی اور کلام سے خوش ہوئے ہوں

(بحار الانوار ج ۱۷ ص ۱۳، میزان الحکمة ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّنَا كَانَ مَعَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا أَحَبَّ حَجْرًا لَحَشَرَهُ اللَّهُ مَعَهُ

جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے، وہ روز قیامت ہمارے ساتھ ہو گا اگر کوئی ایک پتھر سے (بھی) محبت کرتا ہو گا، تو خداوند عالم اسے اس پتھر کے ساتھ محصور کرے گا (بحار الانوار ج ۳۷ ص ۳۳۵)

اہل بیتؑ سے محبت و عقیدت رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ ایک عظیم خوشخبری ہے کہ وہ آخرت میں بھی اہل بیتؑ کے ساتھ محصور ہوں گے۔

جب محبت اس حد تک مفید اور کارآمد ہے تو آخر کیوں ہم اس دولت سے محروم رہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

موت کے وقت جب تمہاری جان گلے میں پہنچتی ہے، اس وقت تمہیں ہماری محبت کی زیادہ ضرورت ہو گیا اگر تمہارے دل میں ہماری محبت ہوئی تو خوشخبری دینے والا فرشتہ آئے گا اور کہے گا کہ بالکل خوف نہ کھاؤ، تم امان میں ہو۔

(بحار الانوار ج ۶ ص ۱۸۷)

روایات میں محبتِ اہلِ بیتؑ کے بہت سارے آثار کا ذکر ہوا ہے خاص کر آخرت کے مرحلے میں یہ آثار و منافع درج ذیل عنوانات کے تحت جمع کئے جا سکتے ہیں: (۱)

1:- یہ آثار و عناوین محمد محمدی ری شہری کی کتاب ”اہل البیت فی الکتاب والسنة“ سے ماخوذ ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حَبَّنَا اهل البیت یکفر الذنوب ویضعف الحسنات

محبتِ اہلِ بیت گناہوں کے جھڑ جانے اور نیکیوں میں اضافے کا باعث ہے۔

(ارشاد القلوبص ۲۵۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا یحبُّنا عبدٌ حتیٰ یطہر اللہ قلبہ

جس کسی نے ہم سے محبت کی خدا نے اس کے دل کو پاک و پاکیزہ کیا ہے (دعائم الاسلام ج ۱ ص ۷۳)

آپؑ ہی نے فرمایا ہے:

من احبَّنا اهل البیت وحقق حبَّنا فی قلبہ جرَّت ینابیع الحکمة علی لسانہ

جس کسی نے ہم اہلِ بیت سے محبت کی اور اس محبت کو اپنے دل میں رچا بسالیا، اسکی زبان سے حکمت و دانائی کے چشمے جاری ہو کے رہیں گے (المحاسن ج ۱ ص ۱۳۴)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حبّ اهل بیتی وذریّتی استکمال الدّین

میرے اہلِ بیت اور عترت سے محبت کمالِ دین (کی باعث) ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لأمتی مَنْ احبَّ اهلَ بیتی وهم شیعتی

میری شفاعت میری اُمت کے اُن افراد کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، اور یہی میرے شیعہ ہیں (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

اکثرکم نوراً یومَ القیامة اکثرکم حُبّاً لآلِ محمد

روز قیامت ان ہی لوگوں کا نور زیادہ ہوگا جو آلِ محمد سے زیادہ محبت کرتے ہوں گے (بشارة المصطفیٰ ص ۱۰۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے فرمایا ہے:

من احبَّنا اهلَ البیت حشره اللہ تعالیٰ آمناً یومَ القیمة

جو ہم اہل بیت سے محبت کرتا ہے، روز قیامت خداوند عالم اسے (اس دن کے خوف سے) امان کے ساتھ محشور کرے گا (عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۲۲۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:

اَتَّبِعْکُمْ قَدَمًا عَلَى الصِّرَاطِ اَشَدَّ کَمِ حُبِّا لَّاهْلِ بَیْتِی

پلِ صراط پر تم میں زیادہ ثابت قدم وہی ہوگا جو میرے اہل بیت سے زیادہ محبت کرتا ہے (فضائل الشیعہ ص

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

واللّٰه لا یموتُ عبدِحبِّ اللّٰه ورسولہ و یتولّٰی الأئمّة (ع) فَتَمَسُّهُ النّار

خدا کی قسم! جو بھی خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور ائمہ کی پیروی کرتا ہے اُسے آتش جہنم نہیں چھو سکتی (رجال نجاشیج ص ۱۳۸)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ احَبَّنَا اهل البيت فى اللّٰه حُشْرَمَعْنَاوَاَدْخَلْنَاهُ مَعَنَا الْجَنَّةَ

جو خدا کی خاطر ہم اہل بیت سے محبت کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ محشور کیا جائے گا اور ہم اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے (کفایۃ الاثر ص ۲۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اعلیٰ درجات الجنّة لِمَنْ أَحَبَّنَا بِقَلْبِهِ وَنَصَرَنَا بِلِسَانِهِ وَيَدِهِ

جنت کے اعلیٰ درجات اُس کے لئے ہیں جو ہم سے دلی محبت کرتا ہے اور اپنی زبان اور عمل سے ہماری مدد کرتا ہے (المحاسن ص ۲۵۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ ارَادَ أَنْ يَنْجُو مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَلْيُحِبِّ اَهْلَ بَيْتِي وَمَنْ ارَادَ دُخُولَ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَلْيُحِبِّ اَهْلَ بَيْتِي فَوَاللّٰهِ مَا أَحَبَّهُمْ أَحَدٌ إِلَّا رِيحَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

جو شخص عذابِ قبر سے نجات چاہتا ہے، اُسے چاہئے کہ میرے اہل بیت سے محبت کرے۔۔۔ اور جو بغیر حساب کے جنت میں داخلے کا متمنی ہے اسے (بھی) چاہئے کہ میرے اہل بیت سے محبت کرے خدا کی قسم جس کسی نے اہل بیت سے محبت کی وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوا

(مقتل الحسينؑ از خوارزمیج ص ۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خداوند عالم جس کسی کو میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے اماموں کی محبت و دیعت کرتا ہے، وہ شخص

دنیا اور آخرت کی خیر حاصل کرلیتا ہے اور بے شک اُس کا شمار اہل جنت میں ہوتا ہے اور میرے اہل بیتؑ کی محبت میں بیس خصوصیات اور فوائد ہیں، دس دنیا میں اور دس آخرت میں (بحارالانوار ج ۲۷ ص ۷۶)

اس محبت کے آثار و برکات پیش نظر ہوں تو انسان اہل بیتؑ کا شیفتہ اور عقیدت مند بن جاتا ہے اور اُس کی نظر وں میں یہ محبت ایک گرانقدر سرمائے کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔

۷:- محبتِ اہل بیتؑ کی اہمیت کا اظہار کرنا

جب کسی عمل کی جانب ترغیب دلائی جاتی ہے، یا اسے انجام دینے پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور اسے ایک مثال اور نمونے کے بطور پیش کیا جاتا ہے، تو دوسروں میں بھی اس عمل کی جانب جذب اور کشش پیدا ہوتی ہے وہ افراد جو معاشرے میں اعلیٰ اقدار کو فروغ دیتے ہیں، فن و ثقافت کے میدانوں کے ذمے دار ہیں، مقابلوں کا انعقاد اور مختلف کاربائے نمایاں پر اعزازات سے لوگوں کو نوازتے ہیں، اگر یہ سب کے سب افراد چاہیں تو محبتِ اہل بیتؑ کو معاشرے میں ایک قابلِ قدر شئے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے

جب ائمہ کے بارے میں شعر کہنے، اُن کے حوالے سے کوئی قصہ لکھنے، یا اُن کے بارے میں کوئی کتاب پڑھنے کی وجہ سے کسی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اُسے انعام و اعزاز سے نوازا جاتا ہے، تو یہ عمل اُس میں ائمہ سے محبت کا باعث بھی ہوتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر اُس میں احساسِ عزت و سربلندی بھی پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ انعام مجھے اس تعلق کی وجہ سے ملا ہے اس طرح یہ معاملہ اُس کے ذہن میں ایک خوبصورت یاد کے طور پر باقی رہتا ہے جو جذبہ محبت پیدا کرنے میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

لوگوں کو جس چیز کی جانب رغبت دلائی جاتی ہے اور انہیں جس چیز کے احترام کی تلقین کی جاتی ہے وہ اُسی چیز سے محبت اور عقیدت رکھنے لگتے ہیں اور جس چیز کی جانب سے وہ بے توجہی اور بے اعتنائی کا رویہ دیکھتے ہیں اس سے بے تعلقی اور بے رُخی برتنے لگتے ہیں اس حوالے سے خاص طور پر دوسروں کی موجودگی میں رغبت اور شوق دلانا زیادہ موثر رہتا ہے البتہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ رغبت اور شوق دلانا ”رشوت دینے“ کی سی صورت پیدا نہ کر لے۔

معاشرے میں جس چیز کو اہمیت دی جاتی ہے، لوگ اس کی جانب مائل ہونے لگتے ہیں، اور اُس چیز کے طرفدار فخر و ناز کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب جوانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کن موضوعات پر شعر پڑھتے ہیں، تو ان کی اکثریت کہتی ہے کہ عشق، بہار، دوستی، زندگی، گل و بلبل وغیرہ کے بارے میں اور جب نوجوانوں اور جوانوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کونسی کتابیں پڑھتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ: رومان، سائنس اور ناول وغیرہ۔۔۔

یعنی بہت مشکل سے ایسے جوان ملتے ہیں جو یہ کہیں کہ ہم خدا، نماز اور ائمہ کے بارے میں شعر پڑھتے ہیں، یا اہل بیتؑ اور دین سے متعلق کتب پڑھتے ہیں کیونکہ انہیں اس بارے میں شوق ہی نہیں دلایا گیا ہوتا، وہ ان موضوعات کی جانب رغبت ہی نہیں رکھتے اور ان چیزوں کا مطالعہ اُن کے لئے فخر و ناز کا باعث ہی نہیں ہوتا۔

ہمیں چاہئے کہ ایسا ماحول پیدا کریں کہ اگر کوئی شخص اہل بیتؑ کے بارے میں شعر کہے، یا ان کے بارے میں اشعار حفظ کرے، ان کی کوئی حدیث یا ذکر کرے، ان کے بارے میں کوئی کتاب پڑھے، ان کے حوالے سے کوئی قصہ تحریر کرے، کوئی فلم بنائے، کوئی نعرہ تخلیق کرے، یا حتیٰ اس کا نام کسی امام کے نام پر ہو، یا وہ اپنے بچے کا نام ائمہ اہل بیتؑ میں سے کسی کے نام پر رکھے، تو وہ اپنے اس عمل پر فخر و ناز محسوس کرے اسے ایک فضیلت کی بات سمجھے اور اسے ایک گراں قیمت چیز تصور کرے محبتِ اہل بیتؑ خدا کی خاص نعمت ہے، جو اس کے اہل دلوں ہی میں جگہ بناتی ہے بقول امام رضا علیہ السلام :

يَهْدِي اللَّهُ لَوْلَايَتِنَا مَنْ أَحَبَّ

خدا جس کسی کو پسند کرتا ہے، ہماری محبت کی جانب اس کی رہنمائی کردیتا ہے (بحار الانوار ج ۱۶ ص ۳۵۶)

عام طور پر جب کسی بچے کو محمد، علی، فاطمہ، مہدی، حسن اور حسین جیسے نام ہونے کی وجہ سے ان معصومینؑ سے منسوب کسی مناسبت پر انعام حاصل ہوتا ہے، تو یہ عمل اس بچے کے دل میں ان ناموں اور ان شخصیات سے محبت پیدا کرتا ہے اور دوسروں میں بھی یہ خواہش جنم لیتی ہے کہ کاش ان کا بھی یہ نام ہوتا اور انہیں بھی انعام ملتا۔

اس نکتے پر اس قدر احتیاط کے ساتھ عمل ہونا چاہئے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ نام رکھنے کا شوق پیدا ہو، ایسا نہ ہو کہ یہ نام نہ ہونے کی بنا پر ان میں کوئی بدگمانی، کمپلکس اور احساسِ حقارت پیدا ہو جائے اور کوئی منفی اثر مرتب ہو اہل بیتؑ سے محبت کا تعارف ایسی پیاری اور قیمتی شے کے طور پر کرانا چاہئے کہ یہ محبت رکھنے والا اس پر فخر کرے، اسے معمولی نہ سمجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے تلقین فرمائی ہے کہ:

لَا تَسْتَصْغِرُ مَوَدَّتَنَا، فَإِنَّهَا مِنَ الْبَاقِيَّاتِ الصَّالِحَاتِ

ہم سے محبت اور چاہت کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ یہ باقیاتِ صالحات میں سے ہے (بحار الانوار ج ۲۳ ص ۲۵۰)

جب کبھی ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اخبارات کے ذریعے کسی قابلِ تقلید شخصیت کا تعارف کرایا جاتا ہے (خواہ وہ شخصیت کوئی قارئِ قرآن ہو، سائنس دان ہو، شاعر ہو، مصور ہو یا کوئی کھلاڑی) تو یہ سامعین، ناظرین، قارئین کو متاثر کرتا ہے اور لوگ اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں جس خصوصیت کی وجہ سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، وہ خصوصیت لوگوں کی نظر میں بھی اہمیت اختیار کر لیتی ہے ایک حافظِ قرآن کی حوصلہ افزائی لوگوں میں قرائتِ قرآن اور حفظِ قرآن کا شوق پیدا کرتی ہے، کسی سائنسی مقابلے میں کامیاب ہونے والے طالبِ علم کے اعزاز میں تقریب سائنس کی جانب نوجوانوں کے رجحان میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اور ایک فنکار کی حوصلہ افزائی فن کی جانب لوگوں کی رغبت اور رجحان کو بڑھاتی ہے۔

وہ ممتاز افراد، نامور علمی و ادبی شخصیات جن کا ذکر بچوں کی نصابی کتب میں ہوتا ہے، بچے اُن سے محبت کرنے لگتے ہیں لہذا اس قسم کے افراد کا انتخاب کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے لوگوں میں کسی محبِ اہل بیتؑ اور انقلابی شاعر کو متعارف کرانا اسے ایک قابلِ تقلید شخصیت کے طور پر پیش کرنے کی مانند ہے اور یہ انسان میں مذہب اور اہل بیتؑ کی جانب رجحان پیدا کر دیتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّيْعَةِ! عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمْ شِعْرَ الْعَبْدِي فَإِنَّهُ عَلَى دِينِ اللَّهِ

اے گروہِ شیعہ ! اپنے بچوں کو عبدی کے شعر سکھاؤ کیونکہ وہ خدا کے دین پر ہے (الغدیر ج ۲ ص ۲۹۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ تلقین کہ شیعہ اپنے بچوں کو عبدی کے اشعار یاد کرائیں عبدی کوفی (۱) کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز اور اُس کی شخصیت کی عظمت کا اظہار ہے عبدی نے اپنے اشعار میں بھرپور انداز سے فضائلِ اہل بیتؑ بیان کئے ہیں

ان کا نام سفیان بن مصعب تھا ان کا شمار ممتاز شیعہ شعرا میں ہوتا تھا اور وہ اہل بیتؑ کی عنایات اور توجہات کا مرکز تھے انہوں نے اہل بیت کی مدح اور ان کے مصائب کے بارے میں شعر کہے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور میں ہوا کرتے تھے۔

سید حمیری جو مخلص شیعہ شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں، کہا کرتے تھے کہ جو کوئی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں کوئی ایسی حدیث بتائے، جسے میں نے اپنے کسی شعر میں بیان نہ کیا ہو، میں اسے اپنا یہ گھوڑا بخش دوں گا !!!

۱:- یہ اس محبت کی قدر و قیمت اور روز قیامت اس کی تاثیر کی ایک علامت ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے والدِ گرامی حضرت ابو طالب علیہ السلام کا شمار موحدین اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والے افراد میں ہوتا ہے، انہوں نے آنحضرتؐ کی توصیف میں اشعار کہے تھے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ حضرت ابوطالبؑ کے اشعار کو نقل کیا جائے، انہیں جمع کیا جائے آپؑ فرماتے تھے کہ: انہیں یاد کرو اور اپنے بچوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ ابوطالبؑ خدا کے دین پر تھے اور ان کے اشعار میں بہت سا علم و دانش ہے۔

كَانَ امِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (ع) يُعْجِبُهُ أَنْ يُرَوِّىَ شَعْرَابِي طَالِبٍ وَأَنْ يُدَوِّنَ وَقَالَ: وَتَعَلَّمُوهُ أَوْلَادَ كُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ عَلَى دِينِ اللَّهِ وَفِيهِ عِلْمٌ كَثِيرٌ (مستدرک وسائل الشیعیہ ج ۲ ص ۶۲۵)

ابو الاسود دوئلی کی بیٹی نے جب یہ محسوس کیا کہ خلیفہ وقت نے اس کے گھر شہد اسلئے بھیجا ہے تاکہ ان کے دلوں سے محبتِ اہل بیتؑ کم کر سکے، تو اس نے منہ میں لیا ہوا شہد تھوک دیا اور شہد کھا کر آلِ علیؑ کی محبت سے محروم ہونا پسند نہ کیا۔

والدین، اساتذہ اور تربیتی امور کے نگراں حضرات، ان مسائل میں بہت عمدہ طریقے سے رہنمائی کر سکتے ہیں اور نوجوانوں کے رجحانات اور قابلِ تقلید شخصیات کے بارے میں ان کے رُخ کا تعین کر سکتے ہیں۔ اگر ایک بے دین لڑکا یا لڑکی اپنا نام مہدی یا فاطمہ ہونے پر انعام حاصل کرے، تو یہ انعام پانے پر حاصل ہونے والی خوشی بھی اس میں ان ہستیوں سے محبت پیدا کرے گی۔ اگر دینی ایام، یا اہل بیتؑ کی ولادت سے مخصوص دنوں میں اس قسم کے انعامات دیئے جائیں، تو یہ عمل ان ہستیوں کی جانب بچوں اور جوانوں کو متوجہ کرنے میں موثر واقع ہو گا۔ شفاعت سے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ روزِ قیامت حضرت فاطمہ زہراؑ شیعوں کی شفاعت کریں گی اور جن لوگوں کی شفاعت کی جائے گی، جب وہ خدا سے اپنی منزلت اور مقام کے بارے میں سوال کریں گے، تو ان سے کہا جائے گا کہ: واپس جاؤ اور جس کسی نے فاطمہ کی محبت میں تم سے محبت کی ہے یا تمہیں کھانا دیا ہے، لباس فراہم کیا ہے، یا پانی پلایا ہے، یا تمہاری عزت و آبرو کی حفاظت کی ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بہشت میں داخل کر دو (بحار الانوار ج ۸ ص ۵۲)

8:- تعظیم و تکریم اور تعریف

بچے اور جوان، اپنے اساتذہ کو قابلِ تقلید سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے وہ ان کے انداز و اطوار کی بھی پیروی کرتے ہیں استاد اور مربی کی حرکات و سکنات اور اُس کا طرزِ عمل بالواسطہ (indirect) تعلیم کی صورت میں شاگرد پر اثر انداز ہوتا ہے ربِ معظم حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اساتذہ کے ساتھ ایک ملاقات میں فرمایا:

عزیز اساتذہ! کلاس میں صرف آپ کا درس دینا ہی نہیں بلکہ آپ کا مخصوص انداز سے دیکھنا، آپ کے اشارے کنائے، آپ کی مسکراہٹ، آپ کا تیوریوں پر بل ڈالنا، آپ کی حرکات و سکنات، آپ کا لباس، یہ سب چیزیں آپ کے شاگردوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

جب ہم اپنی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں (اپنا جائزہ لیتے ہیں) اگر ہم اپنے گہرے جذبات و احساسات اور کیفیات کی جڑ تلاش کرتے ہیں تو بالآخر وہاں ہمیں اپنے کسی استاد کی رہنمائی دکھائی دیتی ہے استاد ہے جو ہمیں بہادر یا بزدل، فیاض یا بخیل، فداکار یا خود پرست، اہل علم اور طالب علم، مودب و فہمیدہ، یا منجمد اور جامد تفکرات کا اسیر بناتا ہے استاد ہے جو ہمیں متدین، متقی، پاکدامن یا خدانخواستہ بے لگام بنا سکتا ہے یہ ہے استاد کا اہم کردار، یہ ہے استاد کی قدر و قیمت، یہ ہے استاد کی تاثیر۔

بچوں اور نوجوانوں کے سامنے اُن کے سرپرست، والدین اور اساتذہ اہل بیتؑ کے بارے میں جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں بچے وہی اپناتے ہیں احترام و عقیدت کے ساتھ ائمہ کا نام لینا، ان کا نام لیتے ہوئے درود و سلام زبان پر جاری کرنا، امامِ زمانہؑ کا نام آنے پر کھڑے ہو جانا، اپنے سر پر ہاتھ رکھ لینا، ائمہؑ کے یومِ ولادت پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، ان کے روزِ وفات پر حالتِ غم و اندوہ میں رہنا، ہنسی مذاق اور کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کرنا وہ امور ہیں جو اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں اس قسم کے مسائل میں بچے اپنے بڑوں کے طرزِ عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں

یہ حالت ایک شیعہ کی خصوصیت ہے۔

شیعتنا خُلِقُوا مِنْ فَاضِلِّ طِينَتِنَا، يَفْرَحُونَ لِفَرْحِنَا وَيَحْزَنُونَ لِحَزْنِنَا

ہمارے شیعہ، ہماری بچی ہوئی مٹی سے خلق کئے گئے ہیں، وہ ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم و اندوہ پر غمگین ہوتے ہیں۔

حد یہ ہے کہ ماں کا ان ہستیوں کے نام لینے کا انداز اور اس موقع پر اس کا لب و لہجہ بھی اپنا اثر رکھتا ہے ایک

دفعہ ہم کہتے ہیں امام رضا نے کہا اور ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔

اگر ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا کسی معصوم علیہ صلوات و سلام کا نام سن کر زیر لب ان پر صلوات بھیجیں، تو یہ بھی ایک قسم کی تعظیم ہے اور دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے بڑوں، یعنی اساتذہ اور والدین کا ائمہ کے بارے میں اشتیاق اور عقیدت کے ساتھ گفتگو کرنا اور اہل بیتؑ اور ان کی محبت کے بارے میں کوئی بات یا قصہ سنانا بھی اثر رکھتا ہے گفتگو کرنے والے اور مبلغ کا عقیدہ اسکی گفتار سے ہم آہنگ ہونا چاہئے اور اسے ایمان، یقین اور شوق و عقیدت کے ساتھ گفتگو کرنی چاہئے یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ یہ حالت اس کے سامعین اور اس کے مخاطبین میں بھی منتقل ہوتی ہے۔

احادیث میں بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ جب کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم مبارک سنو، ان پر درود بھیجو خود ائمہؑ اسی طرح کیا کرتے تھے اور انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ آنحضرتؐ اور اُن کے اہل بیتؑ کا ذکر کرتے تھے، اور ان کا یہ احساس ان کے مخاطبین میں بھی منتقل ہوتا تھا جب شاعر اہل بیت ”دعل“ نے خراسان میں امام رضاؑ کی خدمت میں اپنا معروف قصیدہ پیش کیا اور وہ اس مقام پر پہنچے جہاں مستقبل میں امام زمانہؑ کے ظہور اور قیام کا تذکرہ ہوا ہے، تو حضرتؑ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور امام مہدیؑ کا ذکر سن کر ان کے احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور امامؑ کے فرج کے لئے دعا کی (الغدیر ج ۲ ص ۳۶۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام مہدیؑ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان کی ولادت ہو چکی ہے؟ امامؑ نے فرمایا: نہیں، لیکن اگر میں نے انہیں پایا تو اپنی پوری زندگی ان کی خدمت میں گزار دوں گا (بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۲۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے جب امام مہدیؑ کا ذکر کیا، تو راوی (ام ہانی ثقفیہ) سے فرمایا: اگر تم انہیں پاؤ تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہوگی (طوبیٰ لک ان ادرکتہ ویا طوبیٰ من ادرکہ) خوش نصیب ہے جو انہیں پائے اور ان کا دیدار کرے (بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۳۷)

ہمارے ائمہ علیہم السلام، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اسمائے گرامی انتہائی احترام اور عقیدت کے ساتھ لیا کرتے تھے رسول کریمؐ حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ کا بوسہ لیتے، اُن کے احترام میں کھڑے ہوجاتے، اُنہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، اُن کے ہاتھوں اور دہان پر بوسے لیتے اور بار بار فرماتے کہ تمہارا باپ تم پر فدا ہو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں (العوالم ج ۱۱ ص ۱۳۶)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جس گھر میں محمد، احمد، علی، حسن، حسین اور فاطمہ کے نام

ہوں، اُس گھر میں فقر داخل نہیں ہوتا (العواملج ۱۱ ص ۵۵۲)

”سکونی“ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کے دوران جب اُنہیں یہ بات بتائی کہ خدا نے اسے ایک بیٹی عطا کی ہے، تو حضرتؑ نے ان سے پوچھا: تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ اُنہوں نے کہا: فاطمہامامؑ نے فرمایا: واہ وابپھر اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اور اسے تلقین کی کہ اب جب کہ تم نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے، تو اسے برا بھلا نہ کہنا اور نہ اسے مارنا پیٹنا (العواملج ۷ ص ۵۵۲ نقل از تہذیبج ۸ ص ۱۱۲)

اہل بیتؑ کے اسمائے گرامی پر اپنے بچوں کے نام رکھنا، ان ناموں کے دنیوی اثرات و برکات اور اُخروی ثواب پر توجہ دلانا، اس قسم کے نام رکھنے پر اہل بیتؑ کی تلقین اور یہ نام بچوں کی شخصیت کی تشکیل اور صورت گری پر جو اثرات مرتب کرتے ہیں وہ ان ہستیوں کے ساتھ محبت و مودت کا تعلق پیدا ہونے میں موثر ہیں۔

حالیہ چند برسوں میں، بعض مناسبتوں، مثلاً ایامِ فاطمیہ، یا یومِ خواتین کے مواقع پر حضرت فاطمہؑ کے حوالے سے پہلے کی نسبت زیادہ مجالس و محافل کا انعقاد ہوتا ہے اور ان ایام کو زیادہ اہتمام کے ساتھ منایا جانے لگا ہے، یہی صورتِ امامِ زمانہؑ کے حوالے سے بھی ہے یہی وجہ ہے جو ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ کی نسبت اب حضرت فاطمہؑ اور امام مہدیؑ سے محبت اور ان کی جانب توجہ میں اضافہ ہوا ہے بالخصوص جوانوں میں امام حسینؑ کی عزاداری کی جانب رجحان اور ایامِ عزا کی روز افزوں بڑھتی ہوئی رونق کی بنیاد یہی تکریم و ترویج ہے۔

ایسے لوگ جو کسی بھی اعتبار سے افرادِ معاشرہ بالخصوص جوانوں کی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں اور جن کی باتیں، جن کی طرفداریاں، جن کے موقف اور جن کا اندازِ بیان دوسروں کے لئے قابلِ تقلید ہوا کرتا ہے اور جو لوگوں کے لئے رُخ کا تعین کرتے ہیں، اگر ایسے لوگ اہل بیتؑ کا تذکرہ کریں اور انتہائی شوق و اشتیاق اور تعظیم و احترام کے ساتھ ان کا نام لیں، تو ان کا یہ عمل دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مثلاً ایک ایسا شخص جو علمی، ادبی، سیاسی اور دینی میدانوں میں شہرت رکھتا ہو، یا آرٹ اور اسپورٹس کی نامور شخصیت شمار ہوتا ہو اور جسے عام لوگوں اور جوانوں کی توجہ حاصل ہو، اگر وہ دین، نماز، شہید، اسلام، قرآن اور اہل بیتؑ کا تذکرہ کرے اور اُن کے لئے احترام کا اظہار کرے، تو اس شخص کا یہ عمل ان لوگوں میں بھی اہل بیتؑ سے محبت پیدا کرتا ہے جو اُسے قابلِ تقلید اور محبوب سمجھتے ہیں اور اُس کی پیروی کرتے ہیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی منفی باتیں بھی تخریبی اثر رکھتی ہیں مثلاً ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی فرد مغرب اور یورپ کی کسی پروڈکٹ، کسی مکتب و طرز فکر، کسی رسم، کسی کتاب، کسی شاعر، کسی ٹی وی پروگرام یا کسی فلم وغیرہ کی تعریف کرتا ہے یا خود کو اس کا طرفدار ظاہر کرتا ہے، تو اس طرح اس چیز کی تبلیغ اور اسکی جانب لوگوں کی رغبت کا سبب بنتا ہے پس بچوں اور نوجوانوں میں پائی جانے والی تقلید اور پیروی کی اس حس سے (جس کے تحت وہ اپنی محبوب شخصیات کی باتوں اور طرز عمل کو دیکھ کر انہیں اپناتے ہیں) ہمیں اہل بیتؑ اور معصومینؑ کی جانب انہیں لانے کے لئے استفادہ کرنا چاہئے۔

مثلاً امام خمینیؑ کی ایسی تصویر جس میں وہ حرم اور ضریح کا بوسہ لے رہے ہیں اُن کے محبوں میں صاحبِ حرم کے لئے محبت پیدا کرتی ہے کیونکہ امام خمینیؑ کا عمل اُن کے چاہنے والوں کے لئے قابلِ تقلید ہے اور وہ اس سے اثر لیتے ہیں اس نکتے کا ذکر کرنا کہ تفسیر میزان کے مؤلف علامہ محمد حسین طباطبائیؒ حضرت معصومہ قم کی ضریح کا بوسہ لے کر اپنا روزہ افطار کرتے تھے اور جب کبھی گرمیوں میں مشہد تشریف لے جاتے اور آپ سے تقاضا کیا جاتا کہ مشہد کے نواح میں واقع پر فضا مقام پر ٹھہریئے، تو آپ قبول نہ کرتے اور فرماتے: ہم امام ہشتم کے سائے سے دور کسی اور جگہ نہیں جائیں گے۔

اس بات کا ذکر کہ حضرت امام خمینیؑ جب قم میں رہا کرتے تھے، تو روزانہ غروبِ آفتاب کے وقت حضرت معصومہ قم کی زیارت کرتے تھے اور نجف اشرف میں اپنی اقامت کے دنوں میں ہر شب امیر المومنینؑ کے حرم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔

زیارت کے دوران عظیم تالیف الغدیر کے مؤلف علامہ امینیؒ کی خاص حالتوں کا تذکرہ اور شوق کی اُس کیفیت کا بیان جس کا اظہار وہ اہل بیتؑ اور حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کرتے تھے اور اشکبار آنکھوں اور قابلِ دید عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت امیرؑ کی زیارت کرتے تھے۔

یا اس بات کی جانب اشارہ کہ آیت اللہ بروجردیؒ نے آستانہ حضرت معصومہ قم کو تاکید کی کہ حضرت معصومہؑ کے اعزازی خدام میں اُن کا نام بھی تحریر کریں (اب بھی قم میں بعض مراجع تقلید، اس آستانے کے اعزازی خدمت گار ہیں اور اعزازی خدام کے جلسوں میں شرکت کرتے ہیں)

یا یہ کہ شیخ انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ آپ لوگ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی چوکھٹ کا بوسہ لیا کیجئے تاکہ لوگ آپ کا یہ طرز عمل دیکھ کر حضرت ابوالفضلؑ کا اور زیادہ احترام کریں اور ان میں شوق پیدا ہو شیخ انصاریؒ نے کہا تھا کہ: میں ابوالفضل العباسؑ کی چوکھٹ کا بوسہ صرف اسلئے نہیں لیتا کہ یہ ان کی چوکھٹ ہے، بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اُن کے زائرین کی گزرگاہ ہے اور مجھے اپنے اس عمل پر فخر ہے۔۔۔ اس قسم کی مثالوں کا

ذکر دوسروں کے دلوں کو بھی متاثر کرتا ہے اور ان میں محبت پیدا کرتا ہے۔

حضرت امام خمینیؑ جو لاکھوں دلوں کے محبوب اور ان کے آئیڈیل ہیں، اپنے وصیت نامے میں باربار یہ کہہ کر کہ ”ہمیں افتخار ہے۔۔۔“ مذہبِ شیعہ کی پیروی، نہج البلاغہ، ائمہ کی حیات بخش دعاؤں، مناجاتِ شعبانیہ، دعائے عرفہ، صحیفہ سجادیہ، صحیفہ فاطمیہ کے حامل ہونے، ائمہ اثنا عشر کی امامت، امام محمدباقر کے وجود اور اپنے مذہب کے جعفری ہونے۔۔۔ پر فخر و ناز کرتے ہیں۔

جب امام خمینیؑ جیسی عظیم شخصیت ائمہ، مذہب، دعاؤں اور مکتبِ تشیع جیسی باتوں پر فخر و ناز کا اظہار کرتی ہے، تو یہ چیز ان کے عقیدت مندوں پر بھی اثر ڈالتی ہے اور یہ محبت ان کے دلوں میں بھی سرایت کرتی ہے (ہمیں فخر ہے کہ باقر العلوم، تاریخ کی چوٹی کی شخصیت۔۔۔ ہم میں سے ہے، ہمیں افتخار ہے کہ ائمہ معصومینؑ۔۔۔ ہمارے امام ہیں، ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری ہے۔۔۔)

اپنی محبوب ہستیوں کی زبان سے بزرگانِ دین اور اہل بیتِ اطہارؑ کا تذکرہ اس انداز سے سننا، سننے والوں میں ان سے محبت پیدا کرتا ہے۔

قدرتی بات ہے کہ گفتگو کے پروگراموں اور تحریروں میں نوجوانوں سے تعلق رکھنے والی خاص زبان اور اندازِ بیان کا لحاظ رکھنا چاہئے اور بچوں کی علمی و ردہنی سطح کو پیش نظر رکھنا چاہئے خواہ وہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں ہونے والی گفتگو ہو، خواہ گھروں، اسکولوں، مساجد اور امام بارگاہوں میں منعقد ہونے والی میلاد و مجالس کی تقریبات میں ہونے والی گفتگو۔

9:- مراسم کا انعقاد اور شعائر کی تعظیم

اہل بیتؑ سے منسوب ایام پر بڑوں کا طرزِ عمل بچوں کے ذہن اور ان کی روح پر بھی اثر ڈالتا ہے جشن یا سوگواری کے مراسم کا انعقاد اور ایسے پروگراموں میں شرکت کرنا اور شرکت کی ترغیب دینا بھی تاثیر رکھتا ہے شعائر کی اس انداز سے تعظیم کے ذریعے دینی اقدار اور ولا و محبت کا تعلق مستحکم ہوتا اور تقویت پاتا ہے۔

ائمہ معصومینؑ بھی اس طریقے سے استفادہ کرتے اور اسکی تلقین کرتے تھے ایامِ عاشورا اور روزِ غدیر جیسی مناسبتوں کی تعظیم و تکریم پیروانِ اہل بیتؑ کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہے اہل بیتؑ نے ان دو مناسبتوں کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے معصومینؑ نے عیدِ غدیر کو ایک عظیم اسلامی عید قرار دیا ہے

اور اس دن روزہ رکھنے، عبادت کرنے، ایک دوسرے کو مبارکباد دینے، ایک دوسرے سے ملاقات کو جانے، اظہارِ مسرت کرنے، نیا لباس پہننے اور اس دن کے احترام کا حکم دیا ہے تاکہ ایک شیعہ کے ذہن میں یہ دن ایک اہم اور یادگار دن کی حیثیت سے باقی رہے (۱)

ایامِ عاشورا میں بھی گھروں، اسکولوں، دفاتر اور بازاروں میں مراسم کا انعقاد متاثر کن ہوتا ہے جن گھرانوں میں برسہا برس سے عزاداری کا انعقاد کیا جاتا ہے عام طور پر ان گھروں کے افراد اہل بیتؑ کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں اور اس محبت اور ولایت کو ایک گرانقدر سرمایہ سمجھتے ہوئے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

حتیٰ لوگوں کو اہل بیتؑ کی راہ میں کھانا کھلانے، ان سے نیکی و احسان کرنے، وقف، نذر اور ہدیہ کرنے جیسی باتوں کو عام کیا جائے تو یہ باتیں بھی لوگوں میں اہل بیتِ اطہارؑ کی محبت کو گہرا کرنے میں مددگار ہوں گی گھروں میں دینی رسوم کی حفاظت اور اسکولوں اور معاشرے میں انہیں رواج دینا مفید ہو سکتا ہے

ان رسوم میں امامِ زمانہؑ کے جشن ولادت کا انعقاد خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس امامِ عصرؑ کی ولادت کی مناسبت سے شوق ایجاد کرنا جو ہمارے لئے حاضر اور ہم پر ناظر ہیں اور ہم ان کی آمد کے منتظر ہیں بہت زیادہ جذباتی اور عشق آفریں پہلو کا حامل ہے اس حوالے سے بچوں اور جوانوں میں قدرتی طور پر رجحان پایا جاتا ہے اور نیمہ شعبان ان کے لئے ایک ناقابلِ فراموش دن ہے۔

۱:- اس بارے میں علامہ امینیؒ کی کتاب الغدير کی جلد ۳ میں ”عید الغدير فی الاسلام“ کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰:- طالبِ کمال ہونے کی حس سے استفادہ

لوگ کمال اور جمال کی جانب رغبت رکھتے ہیں انسانوں کا بالخصوص نوجوانی اور جوانی کے دور میں طالبِ کمال ہونا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ وہ عظیم انسانوں اور علم، قدرت اور شہرت کے حامل آئیڈیل افراد کی جانب مائل ہوتے ہیلوگوں میں عظیم شخصیات کی جانب رغبت کا احساس پایا جاتا ہے اور وہ ان سے عشق و محبت کا اظہار کر کے اپنی اس حس کی تسکین کرتے ہیں اور اگر ایسے آئیڈیل اور عظیم ہستیاں ان کے اردگرد

موجود نہ ہوں، تو حتیٰ وہ انہیں اپنے تصورات میں تراشتے ہی حصولِ کمال کے لئے ہیروز اور عظیم ہستیوں کی جانب رغبت کا نظریہ خاص طور پر نوجوانوں اور جوانوں کے درمیان ایک زندہ حقیقت ہے انسان، بالخصوص نوجوانی کے دنوں میں ہمیشہ ہیروز کی تلاش میں ہوتا ہے اور اگر کوئی ہیروز اس کی دسترس میں نہ ہو، تو حتیٰ خیال اور خواب کے عالم میں بھی بہت سے پہلوؤں سے اسے اپنے طرزِ عمل کے لئے نمونہ اور ماڈل بنا لیتا ہے اور اپنے خاص تصور کی بنیاد پر ہیروز سے، اُس کے انداز سے، اُس کی گفتار سے، اُس کے لباس سے، اُس کی وضع قطع سے، الغرض اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے اثر قبول کرتا ہے۔

نوجوان اپنے طرزِ عمل میں اپنے آئیڈیلز کی نقل کرتے ہیں آئیڈیلز اور ہیروز زمین کے خدا ہوتے ہیں انسان ان میں بھی کمال، طاقت اور آسمانی جمال تلاش کرتا ہے یا ان چیزوں کو ان سے منسوب کرتا ہے خود اپنے ہاتھوں سے ایک بت بناتا ہے، اس سے خدائی صفات منسوب کرتا ہے اور پھر اپنے اس خود ساختہ معبود کی پرستش کرتا ہے۔

اب جبکہ ایسا ہے، تو یہ ہیروز اور آئیڈیلز جتنے عظیم الشان، کمال کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے اور بے عیب ہوں گے، اتنے ہی وسیع حلقے کے لئے پُر کشش ہوں گے اور اسی قدر ان سے کی جانے والی محبت اور ان کی جانب کشش تعمیری ہو گیلہذا انسانوں میں عظیم شخصیات کی جانب پائی جانے والی اس رغبت سے استفادہ کرنا چاہئے اور اہلِ بیتؑ کے ذریعے اس خلا کو پر کرنا چاہئے اہلِ بیتؑ جسمانی طاقت، روحانی توانائی، معجزات و کرامات، خدا پر توکل، علمِ لدنی اور فضیلت و کمال کے حامل ہونے میں تمام انسانوں سے برتر ہیوہ خدا کے کمال و جمال کا مظہر ہیں ان کی شجاعت و بہادری، ان کے فضائل، ان کے کردار، ان کے معجزات و کرامات، ان کے لوگوں کو شفا بخشنے، لوگوں کی مشکلات دور کرنے، خدا کے نزدیک ان کے مقامِ شفاعت اور ان سے توسل کرنے والوں کی دعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ ان سے محبت و عقیدت پیدا کرنے میں موثر ہے۔

واعظین اور ذاکرین، جو ایامِ عزا میں واقعاتِ کربلابیان کرتے ہیں اور اہلِ بیتؑ کے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کر کے ان کی جانب دلوں کو مائل اور متوجہ کرتے ہیں، اگر ان کے مصائب کے ساتھ ساتھ شہدائے کربلا (کے عظیم کردار، ان کے مقصد کی بلندی، اس مقصد سے ان کی وابستگی اور ان) کی دلیری اور جوانمردی کا تذکرہ بھی کریں، تو ان ہستیوں کی محبوبیت میں اور اضافہ ہو جائے۔

کبھی کبھی خود سامعین مقررین سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ امام حسینؑ، حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ کی شجاعت اور رزم آوری کا تذکرہ کریں یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان آئیڈیل شخصیات کے کردار کے ولولہ انگیز پہلو مخاطب کے ذہن میں ان ہستیوں کے کمال اور جامعیت کی تصویر کشی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ عقیدت میں اضافہ کرتے ہیں۔

البتہ بچوں اور نوجوانوں کے سامنے ایسے ہی معجزات اور کرامات بیان کرنی چاہئیں جو ان کے لئے قابلِ فہم اور قابلِ ہضم ہوں۔

اگر جوان اور بچے ایسے انسانوں سے عقیدت رکھتے ہوں، اُن سے اظہارِ محبت کرتے ہوں جو علمی، فنی اور ادبی صلاحیتوں کے حامل ہوں، جسمانی قدرت، شجاعت و بہادری، اعلیٰ کردار، خوبصورتی، سخاوت اور جوانمردی میں بلند سطح کے حامل ہوں، تو انہیں بتانا چاہئے کہ اہلِ بیتؑ علم و دانش، زہد و عبادت، قدرت و طاقت، فصاحت و بلاغت، سخاوت و فیاضی، صورت و سیرت، عبادت و عرفان، جمال و زیبائی، مردانگی و شجاعت، عفو و درگزر، بخشش و احسان، صبر و ثبات کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بلند اور بالاتر ہیں۔

آئیڈیلز کے طور پر ان کا تعارف دلوں میں ان کی محبت پیدا کرتا ہے

بتائیے وہ کونسا امتیاز، خصلت اور پرکشش اور محبت انگیز فضیلت ہے جو انتہائی اعلیٰ پیمانے اور بالاترین درجے پر اہلِ بیتِ عصمتؑ میں نہ پائی جاتی ہو؟

امام رضا علیہ السلام کی ایک حدیث میں اہلِ بیتؑ کے مکتب اور ان کے مذہب کی توصیف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

مَنْ دِينَهُمْ الْوَرَعُ وَالْعِفَّةُ وَالصَّدْقُ وَالصَّلَاحُ وَالْأَجْتِهَادُ وَادَاءُ الْأَمَانَةِ إِلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ وَطُولُ السَّجُودِ وَالْقِيَامُ بِاللَّيْلِ وَاجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ وَحُسْنُ الصُّحْبَةِ وَحُسْنُ الْجَوَارِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوفِ وَكُفُّ الْأَذَى وَبَسْطُ الْوَجْهِ وَالنَّصِيحَةُ وَالرَّحْمَةُ لِلْمُؤْمِنِينَ

”پرہیز گاری، پاک دامنی، راست گوئی، شائستگی، جہد و کاوش، اچھے بُرے (ہر شخص) سے امانتداری، طولانی سجدہ، شب بیداری، حرام سے پرہیز، عمدہ معاشرت، ہمسایوں سے حسنِ سلوک، اچھی بخشش، (دوسروں کو) اذیت و آزار پہنچانے سے اجتناب، خنداں پیشانی، خیر خواہی اور مومنین کے لئے رحمت ائمہ کا دین ہے (تحف العقول ص ۴۱۶)

زیارتِ جامعہ میں ائمہؑ کے ممتاز اوصاف اور اعلیٰ فضائل کا ذکر آیا ہے ان ہی میں سے ہے کہ: جب بھی نیکیوں کا تذکرہ ہو، تو آپ ہی سے ان نیکیوں کی ابتدا بھی، اصل بھی، فرع بھی (آپ ہی ان کے) مخزن بھی مرکز بھی اور انتہا بھیان ذکر الخیر کنتم اولہ واصلہ و فرعہ و معدنہ و ماواہ و منتہا۔

اہل بیت عصمت و طہارتؑ، انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب اور دوستوں میں بہترین دوست ہیں، جو تمام اخلاقی اور عملی خوبیوں کے حوالے سے بے مثل جامعیت کے حامل ہیں اور جو خوبیاں اچھے لوگوں میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں وہ اہل بیتؑ میں یکجا ملتی ہیں اور یہ عشق کرنے اور محبوب بنانے کے لئے بہترین انسان ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں ہے کہ: **ثَلَاثَةٌ تَوَرَّثُ الْمَحَبَّةَ: الدِّينُ وَالتَّوَّاضُّعُ وَالبَذْلُ** (تین چیزیں محبت کا باعث ہوتی ہیں، انکساری اور سخاوت بحار الانوار ج ۷ ص ۲۲۹)

ائمہ شیعہ اور اہل بیت رسول دین کا محور و مدار بھی ہیں، اپنے بلند مقام و مرتبے کے باوجود فروتنی و انکساری میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں اور سخاوت و دریادلی میں بھی اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں سرِ فہرستائمهؑ کے بلند اخلاق کا ذکر اور ان کی انکساری اور فیاضی کا تذکرہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت کو اور بڑھاتا ہے۔

ایک دن معاویہ نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی محب و عقیدتمند ایک نڈر خاتون ”دارمیہ حجونی“ کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ: میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ آخر تم کس وجہ اور کس بنیاد پر علی سے محبت اور مجھ سے دشمنی رکھتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں اور ان کی ولایت کا دم بھرتی ہوں کہ وہ لوگوں کے ساتھ عدل سے پیش آتے تھے، حقوق کو مساوی تقسیم کرتے تھے، پیغمبر نے ولایت کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا، وہ محروم (و مظلوم) لوگوں کو دوست رکھتے تھے، دینداروں کی عزت کیا کرتے تھے اور علی کے حق بجانب ہونے کے باوجود تمہارے اُن کے خلاف لڑتے، تمہارے ظلم و ستم، من مانے انداز میں حکومت کرنے اور ظالمانہ فیصلوں کی وجہ سے تم سے دشمنی رکھتی ہوں (بحار الانوار ج ۳۳ ص ۲۶۰)

امام علیؑ کے اخلاق اور ان کے کردار نے اس نڈر خاتون کو علیؑ کا محب، عقیدت مند اور ہمنوا بنایا جی ہاں، فضائل و کمالات ہمیشہ پر کشش ہوا کرتے ہیں۔

۱۱:- ولی نعمت کا تعارف

جو کوئی ہم پر احسان کرتا ہے یا ہمارے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتا ہے، ہمارے اندر اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے (الانسان عبید الاحسان)

اُن احسانات کا تذکرہ، اُن نیکیوں کا ذکر اور اُن نعمات و فوائد کا بیان جو ائمہؑ کی طرف سے ہمیں پہنچتے ہیں اُن سے محبت پیدا کرتا ہے یہ ہستیاں فیضِ الہی کا واسطہ ہیں، بارگاہِ الہی میں ہماری دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ ہیں، ہماری ہادی و رہنما اور دینی پیشوا ہیں ان ہی کے وسیلے سے ہم خالص توحید، راہِ راست اور صراطِ

مستقیم پر ہیسی ہمارے ولی نعمت اور محسن ہیں (بِیْمِنِهِ رُزِقَ الْوَرَى) نعمت کی جانب متوجہ ہونا، اس کی طرف توجہ دلانا اور نعمت عطا کرنے والے کو جاننا اُس سے محبت پیدا کرتا ہے۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ: مجھ سے محبت کرو اور لوگوں میں بھی میری محبت پیدا کرو حضرت موسیٰ نے سوال کیا: بارِ الہا! میں خود تو تجھ سے محبت کرتا ہوں، لوگوں کے دل میں (تجھ سے محبت) کیسے پیدا کروں؟ خداوند عالم نے وحی فرمائی: انہیں میری نعمتیں یاد دلاؤ (فَذَكِّرْهُمْ نِعْمَتِي وَآلَائِي) (بحار الانوار ۱۳ ص ۳۵۱، ج ۶ ص ۲۲)

بہت سی آیات قرآنی اور احادیث معصومینؑ میں انسانوں کو عطا کی گئی خدا کی نعمتوں اور اُن پر اس کے احسانات کا ذکر کیا گیا ہے یہ تذکرہ انسان میں خدا سے محبت اور اُس کی عبادت و پرستش کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی ہی وحی کیحضرت داؤدؑ نے عرض کیا: میں خود تو تجھ سے محبت کرتا ہوںفَکَیْفَ اُحَبِّبُکَ اِلٰی خَلِقِکَ؟ (لوگوں کو تیرا محب کیسے بناؤں؟) خدا نے فرمایا: اُذْکُرْ اٰیٰدِیَّ عِنْدَهُمْ فَاِنَّکَ اِذَا ذَکَرْتَ ذٰلَکَ لَهُمْ اَحَبُّوْنِی (میری نعمتیں یاد دلا کے مجھے ان کا محبوب بناؤمیزان الحکمتہ ج ۲ ص ۲۲۹، نقل از بحار الانوار ج ۱۲ ص ۳۸)

گھروں میں بھی کبھی کبھی بچوں میں خاندان کے کسی فرد سے محبت پیدا کرنے کے لئے اُس سے کہتے ہیں کہ: یہ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے فلاں چیز خریدی تھی، تمہیں فلاں جگہ گھمانے لے گئے تھے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ ان کے دیئے گئے انعامات اور ان کے حسن سلوک کا تذکرہ بچوں میں اُن سے محبت اور انسیت پیدا کر دیتا ہے۔

ائمہؑ بھی ہمارے اوپر بہت سے حق رکھتے ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھ ہے، بالخصوص معنوی اور دینی تعلیمات و عنایات اسی خاندان کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں اور یہ ہستیاں بندوں پر خدا کے فیض کا واسطہ ہیں ان باتوں کا ذکر کیا جانا چاہئے تاکہ اس کے ذریعے اہل بیتؑ سے محبت پیداہوزیارتِ جامعہ میں عالمِ تکوین میں ائمہؑ کے رحمت آفریں کردار کے بارے میں ہے کہ :

بِکُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَبِکُمْ یَخْتِمُ وَبِکُمْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَبِکُمْ یُمَسِّکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

خدا نے آپ ہی سے کائنات کا آغاز کیا اور آپ ہی پر ختم کرے گاآپ ہی کے طفیل بارش برستی ہے اور آپ ہی کی وجہ سے آسمان اور زمین اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

ہدایت و رہنمائی اور دین کی تعلیم و تشریح کے سلسلے میں ائمہؑ کے کردار کے بارے میں اس زیارت میں ہے کہ

بِمُؤَالَا تِكُمْ عَلَّمَنَا اللّٰهُ مَعَالِمَ دِينِنَاوَأَصْلَحَ مَاكَانَ فَسَدَمِنْ دُنْيَانَا وَبِمُؤَالَاتِكُمْ تَمَّتِ الْكَلِمَةُ وَعَظُمَتِ النِّعْمَةُ وَأَتَلَفَتِ الْفُرْقَةُ وَبِمُؤَالَاتِكُمْ تُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةُ

آپ کی ولایت ہی کے طفیل میں خدا سے میں نے دین کی روشن تعلیمات حاصل کیں اور میرے دنیا کے بگڑے ہوئے امور کی اصلاح ہوئی آپ ہی کی ولایت سے کلمہ مکمل ہوا، نعمت کو عظمت ملی اور اختلاف و انتشار الفت و محبت میں بدلا آپ کی ولایت ہی کے تصدق میں بارگاہ الہی میں واجب اطاعتیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل بیت ہمارے معلم دین، مرشد ہدایت اور رہنمائے حیات ہیہمیں توحید اور اسلام انہی کے ذریعے ملا ہے اور اس سلسلے میں ہم ان کے مقروض ہیہمیں اس نعمت اور احسان پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس گہرانے سے محبت کرنی چاہئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے :

لَوْلَاهُمْ مَا عَرَفَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

اگر وہ نہ ہوتے، تو خدا وند عالم کی شناخت نہ ہوتی۔

امام خمینی علیہ الرحمہ نے زور دے کر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ: ہمارا دین، ہمارا انقلاب، ہماری کامیابی اور ہماری قوم سب کے سب اباعبداللہ الحسینؑ اور عاشورا کے مقروض ہیں۔

امام خمینیؑ کے ایسے جملے کہ: یہ سید الشہداء کا لہو ہے جو تمام مسلمان اقوام کے لہو کو جوش میں لاتا ہے، محرم اور صفر نے اسلام کو محفوظ رکھا ہے، سید الشہداء کی جانثاری نے ہمارے لئے اسلام کو باقی رکھا ہے، اگر سید الشہداء کا قیام نہ ہوتا تو آج ہم بھی کامیابی حاصل نہ کر پاتے، سید الشہداء کی شہادت نے مکتب کو زندہ کیا، ایران کا اسلامی انقلاب عاشورا اور عظیم الہی انقلاب کا ایک پرتو ہے ان تمام جملوں کا مقصد قوم کو اہل بیتؑ کی معنوی عنایات کی جانب متوجہ کرنا ہے اور یہ اس بات کا باعث ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان احسانات کا ممنون اور مقروض سمجھتے ہیں اور ہمارے دلوں میں اولیائے دین کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

ولایت و محبت کی نعمت عظیم ترین نعمتوں میں شمار ہوتی ہے نعمتوں کو یاد دلاتے اور ان کا تذکرہ کرتے وقت صرف مادی نعمتوں کے ذکر پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ معنوی نعمتوں کا ذکر بھی ہونا چاہئے جن میں سے بیشتر ہمیں سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتیں اور ہم اُن سے غافل رہتے ہیں اس طرح ان نعمتوں کی قدر و قیمت بھی پتا چلے گی۔

ہمارا اس گہرانے کی معرفت رکھنا اور ہمارے دلوں کا ان کی محبت سے معمور ہونا خود ایک عظیم بے مثل نعمت ہے خود ائمہ نے بھی مختلف مواقع پر اپنے دوستوں کو اس معنوی نعمت کی عظمت اور قدر و قیمت کی جانب متوجہ کیا ہے اور اسے ایک عظیم ترین دولت قرار دیا ہے۔

۱۲:- اہل بیتؑ کے فضائل اور اُن کی تعلیمات کا ذکر

لوگ آئیڈیل پرست اور عظیم شخصیات کے دلدادہ ہوتے ہیں لہذا مغرب میں اپنی قومی اور علمی شخصیات کے بارے میں کتابیں اور مقالے تحریر کئے جاتے ہیں، اُن کے بارے میں فلمیں اور اُن کے مجسمے بنائے جاتے ہیں اور اُن کے حوالے سے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، تاکہ ان شخصیات کو ایک آئیڈیل اور ہیرو کے طور پر اپنی قوم کے قلب و ذہن میں جگہ دی جائے۔

لہذا اپنے بزرگانِ دین کے بارے میں ہم بھی ایسا ہی کیوں نہ کریں، جو انتہائی صاحبِ فضیلت اور ایسی تکریم کے بہت زیادہ حقدار ہیں؟ اگر لوگ ائمہ اہل بیتؑ کی شخصیت، اُن کے فضائل، اُن کے افکار اور اُن کی تعلیمات سے واقف ہوں اور اُن کے اعلیٰ پائے کے کلمات و فرمودات سے آشنا ہوں، تو ان کے دلوں میں اُن کی محبت پیدا ہو گی اور یہ محبت وعقیدت اُن کی پیروی اور اُن کے ساتھ یکجہتی کا باعث بنے گی امام رضا علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ :

إِنَّ النَّاسَ لَوْ عَلِمُوا مَا حَاسِنَ كَلَامِنَا لَا تَبْعُونَا

اگر لوگ ہمارے کلام کی خوبیوں سے آشنا ہوں گے، تو ہماری پیروی کریں گے۔

اہل بیتؑ کی احادیث کی ترویج اور حفظِ حدیث کے مقابلوں کا انعقاد اس سلسلے میں انتہائی مفید اقدام ہو گا بعض ناشرانِ کتب کی جانب سے مختلف موضوعات پر ”چہل حدیث“ کے عنوان سے شائع کی گئی کتب اس مقصد کے لئے تجویز کی جاتی ہیں ان چہل حدیث یا اسی طرح اور احادیث کو حفظ کرنے کا پروگرام بھی اس حوالے سے مفید ہے۔

بچوں اور جوانوں سے گفتگو کے لئے مفہیم اور موضوعات کا انتخاب انتہائی اہمیت کا حامل ہے ائمہؒ کی احادیث میں بہت سے نکات اور معارف موجود ہیں لیکن یہ سب کے سب ایسے نہیں ہوتے جو ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کئے جاسکیں کیونکہ کبھی کبھی یہ سننے والوں کے لئے قابلِ ہضم نہیں ہوتے، بجائے کشش رکھنے کے دفع رکھتے ہیں، اہل بیتؑ کے مکتب کی جانب رغبت کا سبب بننے کی بجائے اس سے دوری کا باعث ہو جاتے ہیں اور اذہان کو صاف کرنے کی بجائے ان میں شبہ پیدا کرتے ہیں لہذا ان کے انتخاب کے لئے بھی ذوق اور عقل و خرد کی ضرورت ہے اور ماحول اور سننے والوں کی صلاحیت کو مد نظر رکھنا ضروریہ ایک انتہائی اہم نکتہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے جن کا نام ”مُدرِک بن ہزباز“ تھا، فرمایا: اے مُدرِک! ہمارے دوستوں کو ہمارا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ اس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو لوگوں کے دلوں کو ہماری جانب مائل کرے، ہمارے وہ کلمات انہیں سنائے جنہیں وہ جانتے اور قبول کرتے ہیں اور جن کلمات کا وہ انکار کرتے اور جو ان کے لئے ناقابلِ قبول ہوں، انہیں ان کے سامنے بیان نہ کرے (۱)

کوشش ہونی چاہئے کہ جوان اور نو جوان اہل بیتؑ کے کلام کی مٹھاس محسوس کریں اور ان کے حکیمانہ کلمات کی گہرائیوں کو سمجھیں، تاکہ ان فرامین کے ذریعے ان کے دلوں میں ان شخصیات سے محبت اور عقیدت پیدا ہو اس حوالے سے قابلِ فہم کلمات، ان کا خوبصورت اور دلنشین ترجمہ، مفید موضوعات کا انتخاب اور خوبصورت اور جاذب نظر طباعت موثر ثابت ہوتی ہے۔

۱:- رَجِمَ اللَّهُ امْرَأَ أَجْتَرَّ مَوَدَّةَ النَّاسِ إِلَيْنَا، فَحَدَّثَهُمْ بِمَا يَعْرِفُونَ وَتَرَكَ مَا يُنْكِرُونَ (بحار الانوار ج ۲ ص ۶۸)

افرادِ معاشرہ، جوانوں اور انسانیت تک اہل بیتؑ کی تعلیمات کس طرح پہنچائی جائیں؟ یہ ایک قابلِ غور سوال ہے اور اس سلسلے میں فن و ہنر سے استفادہ کیا جانا چاہئے اور نئی نسل کے سامنے ائمہؒ کی تعلیمات پیش کرنے کے لئے جدید طریقوں، فنکارانہ کشش اور موثر اسلوب سے کام لینا چاہئے اس سلسلے میں ذرائع ابلاغ کا کردار خاص اہمیت کا حامل ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم (اس جانب متوجہ ہی نہیں، بلکہ) اکثر ان تقاضوں کے برخلاف عمل کرتے ہیں۔

اہل بیتؑ کے فضائل کو دو پہلوؤں سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱:- ان کے بلند درجات، ان کی خلقت، ان کی طینت، ان کی عالی سرشت اور ان کے نور الہی ہونے وغیرہ کے پہلو سے

اہل بیتؑ کے فضائل کی یہ قسم، اگرچہ قابلِ قدر ہے اور خدا کے یہاں اُن کے مقام و منزلت کو واضح کرتی ہے لیکن کیونکہ عملی پہلو کی حامل نہیں اور اس میں تاسی کا عنصر نہیں پایا جاتا، اسلئے بہت کم تربیتی اثر اور عملی کشش کی حامل ہے اور بعض اوقات نوجوانوں کے لئے ناقابلِ فہم اور ناقابلِ ہضم ہوجاتی ہے۔

۲:- اسوہ عمل بنائے جانے کے قابل اور اہل بیتؑ کے کردار کی عملی پیروی کے پہلوؤں سے، نوجوانوں اور جوانوں کو سیرتِ معصومینؑ اور ائمہ علیہم السلام کی زندگی سے آگاہ کرنا انتہائی ضروری اور مفید ہے اس مقصد کے لئے تاریخ سے آگہی سود مند ثابت ہوتی ہے اور اندازِ تحریر کے پرکشش ہونے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ائمہؑ کے صبر، ایثار، انکساری، عبادت، شجاعت، اخلاص، جوانمردی، حلم، علم، حسنِ خلق، عفو و درگزر، سخاوت و فیاضی، ان کی نماز اور روزے کی کیفیت، ان کی تہجد گزاری اور حج اور اسکے مناسک کے دوران ان کی کیفیت کا تذکرہ انتہائی سود مند ہے بالخصوص اہل بیتؑ کے ایسے قصوں کا بیان جن میں وہ نوجوانوں کے ساتھ انتہائی احترام آمیز طرزِ عمل اختیار کرتے نظر آتے ہیں انتہائی متاثر کن ہوتا ہے مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں سے حسنِ سلوک اور انہیں سلام کرنا، یا مومنین کے بچوں کو گود میں لے کر اُن کے بوسے لینا، یا مثلاً امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ایک بوڑھے کو وضو سکھانا وغیرہ۔۔۔

اہل بیتؑ کے بچوں کا تعارف اور ان کا پرکشش طرزِ عمل ہمارے بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے، اور اپنے ہی ہم عمر بچوں کا یہ کردار ان میں ان کی جانب اور زیادہ کشش پیدا کرتا ہے۔

نوجوانوں کے دلوں میں محبتِ اہل بیتؑ کا بیج بو کر، عمدہ اخلاقی مثالوں اور سیرتِ اہل بیتؑ کے ذریعے اس بیج کی آبیاری کرنی چاہئے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے بلکہ پھلے پھولے اور اس سے مزید پھل حاصل ہو یہ عمل محبت کو مزید گہرا کرتا ہے معتبر اور بنیادی کتب میں اس سلسلے میں جو باتیں نقل ہوئی ہیں انہیں سامنے لانا چاہئے تاکہ ہماری آج کی نوجوان نسل بھی ان ذخائر سے مستفیض ہوسکے۔

ائمہ معصومینؑ اور اہل بیتؑ کے بارے میں خوبصورت، رواں اور عام فہم اشعار کا انتخاب اور ان اشعار کو دلنشین اور شیریں انداز میں پڑھنا ان ہستیوں سے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اس انتخاب میں معلومات اور ذوقِ لطیف انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں اس مسئلے میں بھی دوسرے ثقافتی اور تعلیمی پروگراموں کی طرح بچوں کے سن و سال اور ان کی تعلیمی سطح کی خاص نفسیات اور مزاج جیسے نکات پر توجہ ضروری ہے۔

۱۳:- اپنی روزمرہ کی خوشیوں کو حیاتِ ائمہؑ سے منسلک کرنا

کسی چیز سے خوش ہونا، اس چیز سے محبت پیدا کرتا ہے کوشش کرنی چاہئے کہ اہل بیت کی شخصیت، ان کا ذکر، ان کی محافل اور مجالس بچوں کے دلوں میں ایک خوش کن یادگار کی صورت میں محفوظ رہیں۔ لہذا ہمیں اس انداز سے عمل کرنا چاہئے کہ اگر ہمارے بچے کسی چیز یا کسی یادگار کو دیکھیں، تو فوراً ہی اُس کا اہل بیتؑ سے تعلق اُن کے ذہن میں آئے۔

معصومینؑ کے یومِ ولادت پر جشن کا انعقاد کرنا، خوشی منانا، بچوں میں مٹھائی تقسیم کرنا، انہیں عیدی، تحفے تحائف اور اعزازات دینا بالواسطہ (indirect) اپنے اثرات مرتب کرتا ہے اسی طرح اہل بیتؑ سے منسوب کسی دن گھریا اسکول میں ایک خوبصورت اور بچوں کا دل پسند پروگرام ترتیب دینا مثلاً اہل بیتؑ سے تعلق رکھنے والی کسی مناسبت پر گھر میں مٹھائی لے آنا یا اسکول میں مٹھائی تقسیم کر دینا اسی مناسبت سے گھر، مسجد یا محلے اور مدرسے میں جشنِ میلاد کا انعقاد کرنا ان مناسبتوں کو ذہن سے اترنے نہیں دیتا اور یہ خوشیاں ان ایام اور اہل بیتؑ کے نام اور یاد کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں۔

ایک صاحب بتا رہے تھے کہ ایک روز میں اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ نمازِ جماعت کے لئے مسجد میں گیا دو نمازوں کے درمیان لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی اگلی رات میرا بچہ مجھ سے کہنے لگا: ابو! آج مسجد نہیں چلیں گے؟ اس دن کے بعد جب کبھی میں اسے مسجد لیجاتا ہوں، اگر وہاں سے مٹھائی وغیرہ نہ ملے، تو باہر نکل کر لازماً میں اس کے لئے چاکلیٹ خریدتا ہوں، تاکہ مسجد آئے اور ایک پسندیدہ چیز حاصل کرنے کا باہمی تعلق اس کے ذہن سے مٹ نہ پائے اور مسجد اور نماز کے ساتھ اس کی محبت باقی رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الہدیۃ ثورث المودۃ (تحفہ محبت پیدا کرتا ہے بحار الانوار ۷۴ ص ۱۶۶) اگر یہ تحفہ اہل بیتِ عصمت و طہارتؑ سے تعلق رکھتا ہو، تو قدرتی بات ہے کہ اس کے نتیجے میں اُن سے محبت پیدا ہو گی۔

ہر دینی اور مذہبی پروگرام کو بچوں کے لئے پسندیدہ اور پرکشش بنانے کے لئے اس طریقے سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جیسے نمازِ جمعہ، دعا یا درس کے اجتماع، مذہبی مراسم اور مجالسِ عزا میں شرکت، یا مسجد اور نمازِ جماعت میں شرکت کے لئے اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے اگر ائمہؒ سے مخصوص مناسبتوں میں بھی اس طریقے سے استفادہ کیا جائے، تو یہ طریقہ بچوں کے لئے ان پروگراموں کو پرکشش بنانے میں موثر ثابت ہوگا۔

۱۴:- محبت کم کرنے والی چیزوں سے پرہیز

محبت پیدا کرنے والے امور سے استفادے کے ساتھ ساتھ نفرت انگیز کاموں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے بعض اوقات کچھ حرکات و سکنات، الفاظ، پروگرام اور اندازِ محبت کا بندھن قائم نہیں ہونے دیتے، تخریبی اثر مرتب کرتے ہیں اور لوگوں کو دور کرنے کا باعث بن جاتے ہیں مثلاً اگر مجالسِ عزا شرکا میں اُکتاہٹ یا بے دلی پیدا کر دیں، یا ان کی آوازیں دوسروں کے لئے باعثِ آزار بن جائیں، ان کا سکھ چین چھین لیں، یا اہل بیتؑ سے منسوب محافل اور مجالس میں بچوں سے بد سلوکی کی جائے، اُن کے ساتھ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا جائے، ان سے بے توجہی برتی جائے، انہیں وہاں سے بھگا دیا جائے، یا ایسی مذہبی رسومات زبردستی اور جبری شکل اختیار کر لیں، یا بد اخلاق، بدقیافہ، بد صدا، بد سابقہ، بد کردار اور گندے، میلے کچیلے لوگ ایسے پروگراموں کا انعقاد کریں، تو یہ چیزیں محبت پیدا کرنے میں رکاوٹ، بد گمانی اور تنفر کا باعث اور لوگوں کے دور ہونے اور بھاگ جانے کا سبب ہو جاتی ہیں۔

ایک شخص جو انتہائی بھدی اور گوش خراش آواز میں تلاوتِ قرآنِ مجید کیا کرتا تھا، اس کے متعلق سعدی شیرازی نے کہا ہے:

گر تو قرآن بدینِ نمط خوانی

ببری رونقِ مسلمانی

لہذا اہل بیتؑ سے محبت پیدا کرنے کی غرض سے، یا اس محبت کو قائم و دائم رکھنے کی خاطر منفی اثر مرتب کرنے والی اور رکاوٹ بننے والی چیزوں کا خاتمہ کرنا چاہئے، تاکہ ایسا جاذبہ اور کشش فراہم ہو جو محبت و

عقیدت پیدا کرے جذب کرنے کا طریقہ انتہائی اہم اور حساس ہوا کرتا ہے۔

ایامِ عزا کی راتوں میں، آدھی رات کے بعد مسجد یا امام بارگاہ کے لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے بعض لوگوں کی نیند خراب ہوتی ہے یہ صورتحال اس وقت اور ناگوار ہوجاتی ہے جب کوئی بیمار ہو، یا کسی کے امتحان ہو رہے ہو یا اس صورت میں یہ انداز الٹا اثر مرتب کرتا ہے اور ایسے لوگ عزاداری سے بے زار ہو جاتے ہیں۔

امام خمینیؑ اور رہبر معظم آیت اللہ علی خامنہ ای نے دوسروں کے اذہان میں قمہ زنی کے منفی اثرات کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ اسلام اور تشیع کے مفاد میں اس عمل سے اجتناب کیا جائے کیونکہ یہ عمل بعض لوگوں کے لئے تنفر کا باعث ہوتا ہے، اسے دیکھ کر وہ عزاداری کی جانب مائل نہیں ہوتے اور یہ چیزیں ہمارے خلاف دشمن کے پروپیگنڈے کا ایک ہتھیار بن جاتی ہیں۔

۱۵:- روحانی اور معنوی ماحول پیدا کرنا

بچوں اور جوانوں میں محبتِ اہل بیتؑ پیدا کرنے کا ایک طریقہ، ایسا ماحول اور فضا ایجاد کرنا ہے جس میں بچے خاص روحانی حالت محسوس کرنے لگیں اور بتدریج ان کی روحانی حس بیدار ہو اور وہ اس طرف جذب ہو جائیں کیونکہ اگر بچوں (حتیٰ بڑوں کو بھی) ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اس طرف مائل نہیں ہوتے اور دعا اور توسل کی محفلوں میں شرکت سے گریز کرتے ہیں لیکن اگر ہم ان کے لئے اس فضا میں قدم رکھنے کا اہتمام کریں، تو وہ اس جانب مائل ہو جائیں گے مثلاً تعلیمی و تربیتی کیمپس کا انعقاد، زیارتی دوروں کا اہتمام، دینی مجالس، دعا اور توسل کی محفلوں میں شرکت اور دینی شخصیات سے ملاقاتیں اس رشتے اور تعلق کو پیدا کرنے یا اسے تقویت پہنچانے والی چیزیں ہیں۔

سال کے مختلف حصوں، بالخصوص تعطیلات کے دنوں میں جن سیاحتی اور زیارتی کیمپس کا انعقاد کیا جاتا ہے، اور طلباء کو مثلاً قم، شیراز، مشهد، جمکران، مرقدِ امام خمینیؑ اور اسی طرح کے دوسرے مقامات پر لے جایا جاتا ہے، تو انہیں صرف ان عمارتوں اور در و دیوار کا تماشائی نہیں بنانا چاہئے بلکہ اس دیدار کے ساتھ ساتھ انہیں فکری اور روحانی غذا بھی فراہم کی جانی چاہئے وہ وہاں سے کچھ باتیں سیکھیں، کچھ سبق لیں اور اس گہرانے کے ساتھ عشق اور عقیدت کا رشتہ قائم کریں اگر ممکن ہو تو اس قسم کے سفر اور کیمپس میں متاثر کن شخصیات سے ملاقاتیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔

روح پرور محفلوں میں شرکت بھی اسی قسم کی چیز ہے جس طرح ہر اجتماع کا اثر ہوتا ہے اور وہاں موجود افراد کے جذبات و احساسات اور وہاں کی فضا ان اجتماعات میں شریک ہونے والوں پر اثر انداز ہوتی ہے، بالکل اسی

طرحِ محبانِ اہل بیتؑ کے اجتماع میں شرکت بھی یہ حس اور حالت ایجاد کرتی ہے۔

مجالسِ عزا اور دعائیہ اجتماعات میں شرکت انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے مجالسِ عزا اور نوحہ خوانی میں محبتِ اہل بیتؑ کے مرکز پر جذبات جوش میں آتے ہیں، دل گداز ہوتے ہیں، آنکھوں سے اشک جاری ہوتے ہیں اور گریہ و زاری لوگوں کو خاندانِ پیغمبرؐ سے جوڑتی ہے اور ان سے ان کا تعلق قائم کرتی ہے۔

مجالسِ عزا میں گریہ و زاری دلوں اور جذبات کو لطیف بھی بناتی ہے اور انہیں تقویت بھی پہنچاتی ہے عام حالت یا انفرادی طور ممکن ہے نہ دل غم و اندوہ سے بھرے، نہ آنسو آنکھوں سے بہیں اور نہ روح میں حرکت و انقلاب پیدا ہو لیکن جذباتی اور روحانی فضا کے اثرات وہاں موجود افراد کی انفرادی اور اجتماعی حس کو ہم آواز کر دیتے ہیں اور دل کے دروازوں کو کھولتے ہیں۔

اس قسم کی مجالس اگر گھروں، اسکولوں اور محلّوں میں منعقد ہوں اور نوجوان ان کے انعقاد اور ان کے انتظامات میں شریک ہوں، تو اس طرح بھی ان کے اندر محبتِ اہل بیتؑ میں اضافہ ہو گا۔

زیارت بھی ایسی ہی چیز ہے جس طرح ایک اعلیٰ صفات، پاک و پاکیزہ انسان سے بالمشافہ ملاقات اس سے ملنے والے لوگوں پر اثر ڈالتی ہے، اسی طرح معصومینؑ کی تربت اور ان کے مقدس مزارات پر حاضری بھی روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے اگر محبت اور معرفت ہو، تو ”زیارت کا شوق“ اس کا نتیجہ ہے اور اگر زیارت پر جائیں، تو خود زیارت محبت پیدا کرتی ہے اور زیارت اور محبت ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں محبت کا نتیجہ زیارت ہے اور زیارت محبت پیدا کرتی ہے مادّی اور جسمانی قربت، روحانی قرابت کا باعث بھی بنتی ہے اور اس کے برعکس اس قسم کے مراکز سے دوری اور گریز روح کو بھی بیگانہ، نا آشنا اور گریزاں بناتا ہے کبھی کبھی حرم اور مزارِ مقدس پر نگاہ پڑتے ہی دل میں محبت امڈ پڑتی ہے پس حرم اور نگاہ کی اس ملاقات سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

زیارت میں انسان اولیا اللہ کو سلام کرتا ہے اگر زائر اس بات سے باخبر ہو کہ پیغمبرؐ یا امامؑ یا حرم میں مدفون اہل بیتؑ زائر کو دیکھتے ہیں، اُسے پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، تو یہ بات بھی ان ہستیوں کے لئے محبت پیدا کرتی ہے اہم بات یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو یہ بات سمجھائی جائے، اُن کے سامنے ان نکات کی وضاحت کی جائے۔

فضول، لا ابالی اور غیر ذمے دار افراد کے ساتھ میل جول انسان کی روح میں بھی ایسی ہی صفات پیدا کردیتا ہے اس کے برعکس معنویت رکھنے والے حضرات، مقدس مراکز اور دینی مراسم میں شرکت انسان کے اندر معنویت کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہے۔

اگر ہمیں بعض لوگ ان چیزوں سے گریزاں نظر آتے ہیں، تو شاید اس کی وجہ ان کی فرومائیگی، احساسِ بیگانگی یا ان کے دل میں محبتِ اہل بیتؑ کی تڑپ نہ پایا جانا ہو اور اگر وہ اس محبت کا ذائقہ چکھیں، تو ممکن ہے اس کے مشتاق ہو جائیں بالکل ان لوگوں کی طرح جو ایک مزیدار کھانا اس لئے نہیں کھاتے کہ انہوں نے تاحال اس کا ذائقہ چکھا ہی نہیں ہوتا لیکن جوں ہی وہ اس کھانے کا ایک لقمہ چکھتے ہیں اور انہیں اس کی لذت پتا چلتی ہے، تو پھر ان کا ہاتھ ہی نہیں رکتا اہل بیتؑ کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں بچوں کے لئے معنوی فضا تیار کرنا اسی طرح کی چیز ہے ماحول اپنا بھرپور اثر ڈالتا ہے، خواہ ایک گھر یا اسکول کا ماحول ہو، خواہ ایک ملک اور معاشرے کا لہذا کیا حرج ہے اگر ہم ان کیلئے توفیقِ اجباری پیدا کریں جو جذبِ اختیاری کا باعث بن جائے۔

کبھی کبھی ایک گنبد، حرم، یا مسجد پر نظر پڑنا انسان میں اس کے لئے کشش پیدا کر دیتا ہے کیا ہم نہیں سمجھتے کہ مسجداں اور امام بارگاہوں میں عوام کے لئے پھلوں کے درخت وقف کرنا اور لوگوں کے لئے ان کے پھلوں سے مفت استفادے کا بندوبست اس تاثیر کا حامل ہوگا؟ یا یہ کہ قدیم زمانے میں بعض مساجد کے احاطے وسیع رکھے جاتے تھے، جنہیں لوگ راہ گزر کے طور پر استعمال کرتے تھے اور کبھی کبھی اسی راہ گزیر چلتے ہوئے اور نگاہ پڑنے سے لوگ مسجد کی روحانی اور معنوی فضا میں جذب ہو جاتے تھے۔

حتیٰ کسی فلم یا ڈرامے میں ایک مقدس شخصیت، اہل بیتؑ کے کسی فرد، یا ان سے وابستگی رکھنے والی کسی شخصیت کا کردار ادا کرنے کی وجہ سے انسان میں خود بخود ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کردار ادا کرنے والا فنکار ان ہستیوں سے محبت کرنے لگتا ہے اہل بیتؑ کے بارے میں روحانی اور معنوی فضا پیدا کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

۱۶:- کتابوں کا تعارف اور مقالات و اشعار تحریر کرنا

بچوں میں پائے جانے والے مطالعے کے شوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اہل بیتؑ کے بارے میں تحریر کی گئی اچھی، پرکشش اور تعمیری کتب سے روشناس کرایا جائے جن کتابوں سے مقابلوں کا انعقاد کریں، یا جنہیں تلخیص کے لئے تجویز کریں، یا مضمون نویسی، شعر، قصوں، حتیٰ مصوری اور خطاطی کے لئے جو موضوع دیں،

اگر وہ اہل بیتؑ کے بارے میں قلبی جذبات ابھارنے والے ہوں، تو اس سلسلے میں مفید ثابت ہوں گے بچوں کو اس قسم کے کاموں کی طرف لانا یا انہیں عاشورا، ۱۵ شعبان، شبِ قدر، مجالسِ عزا وغیرہ کے حوالے سے یادگار واقعات تحریر کرنے کی ترغیب دینا، اہل بیتؑ سے اُن کی محبت اور عقیدت میں اضافے اور تقویت میں مددگار ہو سکتا ہے۔

بچوں میں ان کتب کے مطالعے کا شوق پیدا کرنے کی خاطر مفید اور پرکشش کتابوں سے انہیں متعارف کرانے کے لئے خاص ذوق اور موضوع پر مہارت درکار ہے۔

۱۷:- محبانِ اہل بیتؑ کے قصے

اہل بیتؑ کی زندگی سے ماخوذ داستانیں، جو جذبات پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور محبت آفرین بھی ہیں، ان کے علاوہ اہل بیتؑ کے عقیدت مندایسے محبوں کے قصے بھی خاندانِ رسول سے محبت پیدا کرنے میں مفید ہیں جن کی زندگی، جانثاری، ایثار و قربانی، خدمات، حالات اور ان کی زیارات اور توسل میں اس محبت کو محسوس کیا جا سکتا ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت کی داستان، آنحضرتؐ سے اویس قرنیؓ کے عشق، حضرت علیؑ سے ان کے دوستوں اور اصحاب کی گہری محبت، سید الشہداء کے انصار کی آپؐ سے والہانہ محبت، ایسے لوگ جنہوں نے حیاتِ ائمہؑ یا ان کی وفات کے بعد ان کی زیارت کے سلسلے میں عشق و اخلاص کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں مصائب و تکالیف برداشت کیں، اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے محبانِ اہل بیتؑ کے خلاف بنی امیہ اور بنی عباس کے مظالم کے باوجود ان کی محبت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہمیشہ اہل بیتؑ کے وفادار رہے، وہ لوگ جنہوں نے کربلا کی زیارت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، امام مہدیؑ کے دیدار کے شیفہ افراد، ان سے وصال کے مشتاق لوگ، اور وہ لوگ جنہوں نے اہل بیتؑ کے عشق میں عظیم خدمات اور کار ہائے خیر انجام دیئے، اسی طرح ائمہؑ کے مخصوص اصحاب اور ہمراہیوں کے واقعات اور ایسے ہی بہت سے قصے حیرت انگیز اثرات کے حامل ہیں بالخصوص ایسے بچوں اور نوجوانوں کے لئے جو قصے کہانیاں سننے کے شوقین اور داستانوں میں آئیڈیل تلاش کرتے ہیں، کہانیوں کے ہیروز کو پسند کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں البتہ اس قسم کے قصوں کی زبان جس قدر میٹھی، سادہ اور فنی ہو گی اسی قدر یہ زیادہ پر اثر ہوں گے۔

۱۸:- انجمن سازی

جو پروگرام نوجوان خود سے منعقد کرتے ہیں مثلاً مختلف مناسبتوں سے جشنِ میلاد کا انعقاد، ماتمی دستوں کی تشکیل، مساجد یا عزاخانوں کی صفائی ستھرائی اور سبیلوں کا اہتمام وغیرہ تمام چیزیں اہل بیتؑ سے ان کے تعلق کو مضبوط کرنے میں موثر ہیں۔ بچوں میں روحانی آمادگی پائی جاتی ہے ان کے ذریعے محلّوں میں خود ان کی انجمنیں بنانی چاہئیں، تاکہ وہ خود ان کی ذمہ داری سنبھالیں اور ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو

لڑکپن کی سرحدوں میں قدم رکھنے والے بچوں کو اس قسم کے کاموں میں سرگرم کرنے کے لئے ماہِ محرم ایک مناسب ترین موقع ہے کیونکہ عمومی طور پر ماہِ محرم، شعبان اور رمضان میں لوگوں کا رجحان مذہب کی جانب ہوتا ہے لہذا بچے بھی دینی مراسم کی جانب راغب ہوتے ہیں ان دنوں میں بچوں کے اندر از خود پیدا ہونے والی اس حس اور دوسرے دنوں کے لئے بھی اس حس کو باقی رکھنے کے سلسلے میں سنجیدہ عملی کوششوں کی ضرورت ہے

ائمہؑ سے منسوب ایام میں پرچم اٹھا کر، نوحہ خوانی کر کے اور اپنی دیگر سرگرمیوں کے ذریعے بچوں میں اپنی شخصیت کا احساس پیدا ہوتا ہے، یہ احساس ان میں ذمہ داری اور فرض شناسی کے جذبات ابھارتا ہے اور اہل بیتؑ سے ان کا تعلق قائم کرتا ہے کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان سرگرمیوں کے ذریعے انہیں ایک مستقل شخصیت اور علیحدہ حیثیت ملی ہے، وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہیں اور لوگ انہیں اہمیت دینے لگے ہیں۔ پرچم ایک گروہ کے تشخص کی علامت ہے اور وحدت، یکجہتی اور تعلق پیدا کرتا ہے

ایک شہید کے بقول: ”آدھا میٹر لکڑی اور آدھا میٹر سیاہ کپڑے کے ذریعے سید الشہداء کے بارے میں بے دریغ احساسات کے ایک طوفان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، جس کی مثال کسی اور جگہ دیکھی ہی نہیں جاسکتی جبکہ لوگوں کو ایک چھوٹے سے اجتماع کی تشکیل کے لئے بھی بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔“

عزاداری کے دستے اور روایتی ماتمی انجمنیں نہ صرف اہل بیتؑ اور عاشورا کے پیغام اور اسکی تعلیمات کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہیں بلکہ امام حسینؑ کے محور پر مقدس مقاصد اور مخلصانہ اور عاشقانہ آداب کے

چند تکمیلی نکات

ہم محبتِ اہل بیتؑ کی تمام تر اہمیت کے قائل ہیں، لیکن اگر یہ محبت درست انداز میں، فکروشعور اور صحیح تعلیمات کے ساتھ نہ ہو، تو ممکن ہے لوگوں میں ایک طرح کی غفلت، بے توجہی اور افراط پیدا ہو جائے اور اس محبت کے اُلٹے نتائج برآمد ہوں۔ لہذا اس حوالے سے چند نکات کی جانب توجہ ضروری ہے، تاکہ یہ مقدس محبت موثر ثابت ہو اور نقصانات سے محفوظ رہے

۱:- محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا

بچوں اور نوجوانوں کے دل میں محبتِ اہل بیتؑ پیدا کرتے ہوئے یک طرفہ پن سے بھی اجتناب کرنا چاہئے اور انہیں بھی اس سے پرہیز کی تلقین کرنی چاہئے۔ ہمارا اصل کام محبت کو عمل کے ساتھ مخلوط کرنا ہے تاکہ (عمل، تقویٰ اور پیروی کے بغیر) صرف محبت اور عشقِ اہل بیتؑ ان کے محبوب کی گمراہی اور غفلت کا باعث نہ بن جائے۔ اگر محبت اور عمل ساتھ ساتھ نہ ہوں تو یا تو محبت سچی نہیں ہے، یا اس میں عشق اور عقیدت کی تاثیر کو ختم کر دینے والے عوامل کی ملاوٹ ہے۔

اگر محبت سچی اور صدقِ دل کے ساتھ ہو، تو محبوب اور محب کو ہم رنگ اور ہمراہ بنا دیتی ہے۔ محبت چاہے خدا کے ساتھ ہو، پیغمبرؐ کے ساتھ ہو، ائمہؑ کے ساتھ ہو یا کسی بھی دوسرے شخص کے ساتھ، اگر سچی اور حقیقی ہو، تو محب کو محبوب کی مخالفت، اسکی ناراضگی اور اسکی خواہش، رضا اور رغبت کے منافی عمل سے باز رکھتی ہے۔ اگر ہم کسی سے عشق اور محبت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے عمل انجام دیں جو ہمارے محبوب کے لئے تکلیف اور دکھ کا باعث ہوں، تو ہم عاشق اور محب نہیں بلکہ اس عشق اور محبت کے جھوٹے دعویدار ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے (اپنے ایک صحابی) مفضل سے گفتگو کے دوران محبتِ اہل بیتؑ کے حوالے سے شیعوں کی گروہ بندی کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ محبتِ اہل بیتؑ کے سلسلے میں لوگوں کے محرکات بھی مختلف ہوتے ہیں، اہل بیتؑ کے حقیقی محب گروہ کا تعارف کرایا ہے، فرماتے ہیں:

وَفَرَقَةً أَحَبُّونَا وَحَفِظُوا قَوْلَنَا وَاطَاعُوا أَمْرَنَا وَلَمْ يُخَالِفُوا فِعْلَنَا، فَأَوْلٰئِكَ مَثَاوِنَحْنُ مِنْهُمْ

- ایک گروہ ہم سے محبت کرتا ہے، ہمارے کلام کی حفاظت کرتا ہے، ہمارے فرمان کی پیروی کرتا ہے، اپنے عمل سے ہماری مخالفت نہیں کرتا یہی لوگ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں (تحف العقول ص ۵۱۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے محبتِ خدا کے دعوے کے بارے میں فرمایا ہے:

تَعْصِي الْاِلَهِ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ هَذَا مَحَالٌّ فِي الْفِعَالِ بَدِيعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعْتَهُ إِنَّ الْمَحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

خدا کی نافرمانی کرتے ہو اور اس سے اظہارِ محبت بھی کرتے ہو یہ محال ہے اور ایک نئی بات ہے اگر تمہاری محبت سچی ہوتی، تو اُس کی اطاعت کرتے کیونکہ عاشق اپنے معشوق کا اطاعت گزار ہوتا ہے (بحار الانوار ج ۷ ص ۱۵)

خدا سے اظہارِ محبت اسکی اطاعت اور اس کے احکام کی پیروی کے ساتھ ہونا چاہئے نہ کہ اس کی نافرمانی اور اس کے فرامین کی مخالفت کے ساتھ کیونکہ سچی محبت کا نتیجہ محبوب کی اطاعت ہوا کرتا ہے اہل بیتؑ سے محبت کا دعویٰ اور گناہوں اور نا فرمانیوں کا ارتکاب ایک دوسرے سے متضاد باتیں ہیں لہذا یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ اگرچہ ہمارا دین حب اور محبت کا دین ہے لیکن سچی محبت ہمرنگی اور ہم آہنگی کا باعث ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے جب دو افراد میں محبت ہوتی ہے، تو اس محبت کی بنیاد پر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں، ایک دوسرے کو رنجیدہ کرنے اور ایک دوسرے کی مخالفت سے پرہیز کرتے ہیں تا کہ ان کے درمیان قائم محبت اور دوستی کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔

امام رضا علیہ السلام کی ایک حدیث، اسی نکتے کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ محبتِ اہل بیتؑ کے بھروسے پر عملِ صالح کو ترک نہیں کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہم ”جب علی ہیں تو کیا غم“ جیسے الفاظ منہ سے نکالنے لگیں۔

لَا تَدْعُوا الْعَمَلَ الصَّالِحَ وَالْأَجْتِهَادَ فِي الْعِبَادَةِ إِتِّكَالًا عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَدْعُوا حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَالتَّسْلِيمَ لِأَمْرِهِمْ إِتِّكَالًا عَلَى الْعِبَادَةِ، فَإِنَّهُ لَا يَقْبَلُ أَحَدٌ هُمَادُونَ الْآخَرَ

عملِ صالح اور بندگی رب میں کوشش کو اہل بیت کی محبت کے بھروسے پر ترک نہ کرنا اور اہل بیت کی محبت اور ان کی اطاعت کو عبادت کے بھروسے پر نہ چھوڑنا کیونکہ ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا (بحار الانوار ج ۷ ص ۳۴۷)

جی ہاں، محبتِ اہل بیتؑ کے موثر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عملِ صالح اور خدا کی بندگی کے ہمراہ ہو (۱)

اہلِ بیتؑ سے عشقِ نیکوں اور نیکوکار افراد، عملِ صالح اور صالحین کے ساتھ محبت کے ہمراہ ہونا چاہئے یہ سچی محبت کی نشانی ہے امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام، مناجاتِ محبین میں خداوند عالم سے خدا کی محبت، خدا کے محبوب کی محبت اور ہر اس عمل سے محبت کی درخواست کرتے ہیں جو بندے کے لئے قربِ الہی کا باعث ہو۔

أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ كُلِّ عَمَلٍ يُوصِلُنِي إِلَى قُرْبِكَ (مناجاتِ خمس عشر بمفاتح الجنان)

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اُسکی محبت کا اور ہر اُس عمل سے محبت کا جو مجھے تیرے قرب سے ملادے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّنَا فَلْيَعْمَلْ بِعَمَلِنَا وَلْيَتَجَلَّبِ الْوَرَعَ

جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہئے کہ ہماری طرح عمل کرے اور پرہیز گاری کو اپنا لباس قرار دے (تنبیہ الخواطر ج ۲ ص ۱۷۶)

محبت اور شیعیت کے ثبوت کے لئے عملی اتباع اور پیروی ضروری ہے اور شیعہ کے تو معنی ہی ہیں پیروکار اور نقشِ قدم پر چلنے والا۔

۱:- محبتِ اہلِ بیتؑ سے متعلق احادیث کے مطالعے کے لئے کتاب میزان الحکمة ج ۳ ص ۲۳۵ ملاحظہ فرمائیں اس کے علاوہ محمد محمدی ری شہری ہی کی تالیف ”اہل البیت فی الکتاب والسنۃ“ بھی اس سلسلے میں ایک عمدہ ماخذ ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ:

إِنَّ شِيعَتَنَا مَنْ شِيعَنَا وَتَبِعَنَا فِي أَعْمَالِنَا

یقیناً ہمارے شیعہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے اعمال میں ہماری اتباع اور پیروی کرتے ہیں (میزان الحکمت ج ۵ ص ۲۳۲)

امام زمانہ علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ :

فَلْيَعْمَلْ كُلُّ امْرِئٍ مِنْكُمْ مَا يَفْرُقُ بِهِ مِنْ مَحَبَّتِنَا وَلْيَتَجَنَّبْ مَا يُذْنِبُهُ مِنْ كِرَاهَتِنَا وَسَخَطِنَا

تم میں سے ہر ایک وہ عمل انجام دے جو اسے ہماری محبت سے نزدیک کرے، اور ہر اس چیز سے گریز کرے جو ہماری ناراضگی اور غضب کا موجب ہو۔ - (احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۵۹۹)

پس یہ ہمارے اچھے یا برے اعمال ہوتے ہیں جو ہمیں اہل بیتؑ سے نزدیک یا اُن سے دور کرتے ہیں اور ہم اُن کی نظروں میں محبوب یا قابلِ نفرت بنتے ہیں محبت دل میں بھی ہوتی ہے اور زبان پر بھی جاری ہوتی ہے اور انسان کے عمل سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے وہ حدیث جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ: بعض لوگ تمہیں صرف دل سے چاہتے ہیں، بعض تمہارے قلبی اور زبانی محب ہیں اور بعض دل سے بھی تم سے محبت کرتے ہیں اور زبان سے بھی تمہاری مدد کرتے ہیں اور اپنی تلواروں سے بھی تمہاری نصرت کو بڑھتے ہیں ایسے لوگوں کی جزا اس (پوری) امت کی جزا کے برابر ہے (بحار الانوار ج ۳۹ ص ۲۸۸) یہ حدیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ محبت عملی پہلو بھی رکھتی ہے اور یہی محبت کی سچائی جاننے کا پیمانہ ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کا اس بات پر زور دینا کہ شیعوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اچھے عمل اور کردار کے ذریعے ان کے لئے زیب و زینت کا سبب بنیں، اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے شرمندگی کا باعث اور ان کے نام پر دھبہ نہ بنیں خاندانِ عصمت و طہارت سے اسی عملی محبت کی جانب اشارہ ہے اس سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

معاشر الشیعہ! کونوالنارَ یَنَاولُ تَکُونواعلینا شیعاً

اے گروہِ شیعہ ! ہمارے لئے زینت بنو، بدنامی اور شرمندگی کا باعث نہ بنو (بحار الانوار ج ۶۵ ص ۱۵۱)

اس سے پتا چلتا ہے کہ شیعوں کا نیک عمل اور اُن کا اچھا کردار لوگوں کو اہل بیتؑ کی جانب مائل کرتا ہے۔

۲:- محبت کی نشانیاں

کبھی کبھی انسان خود بھی غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو شیعہ اور محبِ اہل بیتؑ تصور کرتا ہے، جبکہ اس کا یہ خیال ایک بے بنیاد نعرے اور کھوکھلے دعوے سے زیادہ نہیں ہوتا جو شخص محبتِ اہل بیتؑ کا دعویٰ دار ہو اس میں محبت کی نشانیاں اور علامات تلاش کرنی چاہئیں اہل بیتؑ سے سچے عشق کی علامات درج ذیل ہیں:

عمل اور تقویٰ

پہلے نکتے (محبت کو عمل کے ساتھ جوڑنا) کے ذیل میں، اس بارے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جا چکی ہے۔

محبانِ اہل بیت سے محبت

اگر ہم اہل بیتؑ سے عقیدت رکھتے ہیں، ان کے محب اور شیدائی ہیں، تو ہمیں اُن کے محبوب اور دوستوں سے بھی محبت کرنی چاہئے اگر ہم کسی کو پسند کرتے ہیں، تو قدرتی بات ہے کہ وہ جن امور اور جن افراد کو پسند کرتا اور ان سے محبت کرتا ہے، وہ ہمیں بھی پسند ہوں، ہم بھی ان سے خوش ہوتے ہو عشق و محبت کے اس سلسلے کو اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے:

خدا سے محبت

<

رسول اللہ سے محبت

<

اہل بیت رسول سے محبت

شیعیانِ اہل بیت سے محبت۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا ہے

مَنْ أَحَبَّ اللَّهَ أَحَبَّ النَّبِيَّ، وَمَنْ أَحَبَّ النَّبِيَّ أَحَبَّنَا وَمَنْ أَحَبَّنَا أَحَبَّ شِيعَتَنَا (اہل البیت فی الکتاب والسنة ص ۲۳۱)

جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے، وہ پیغمبر سے بھی محبت کرتا ہے جو پیغمبر سے محبت کرتا ہے، وہ ہم (اہل بیت) سے بھی محبت کرتا ہے اور جو کوئی ہم سے محبت کرتا ہے، وہ ہمارے شیعوں سے بھی محبت کرے گا۔

امام علی علیہ السلام ہی نے فرمایا ہے :

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ أَمْحِبُّ لَنَا أَمْ مُبْغِضٌ فَلْيَمْتَحِنْ قَلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ يُحِبُّ وَلِيًّا لَنَا فَلَيْسَ بِمُبْغِضٍ لَنَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُ وَلِيًّا فَلَيْسَ بِمُحِبٍّ لَنَا

جو کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن، اسے چاہئے کہ اپنے دل کا امتحان لے (اور اپنے قلب سے معلوم کرے) اگر وہ ہمارے محب سے محبت کرتا ہے، تو ہمارا دشمن نہیں اور اگر ہمارے محب سے دشمنی رکھتا ہے، تو پھر ہمارا دوست نہیں (حوالہ سابق)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے:

مَنْ تَوَلَّى مُحِبَّنَا فَقَدْ أَحَبَّنَا

جو کوئی ہمارے محب سے محبت کرتا ہے، وہ ہم سے محبت کرتا ہے

(بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۲۴، ج ۳۵ ص ۱۹۹)

دشمنوں سے بیزاری

جو شخص اہل بیتؑ سے محبت کرتا ہے، اُسکے دل میں اُن کے دشمنوں سے محبت نہیں ہو سکتی ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہوتیں محبتِ اہل بیتؑ کے ساتھ اُن کے دشمنوں کی محبت نہیں چل سکتی تولیٰ اور تبریٰ کی اہم بحث اسی مقام پر پیش آتی ہے شیعہ اور اہل بیتؑ کا محب کسی نظریئے اور موقف کے بغیر نہیں رہتا وہ اہل بیتؑ کے مخالفین سے محبت اور دوستی کا تعلق قائم نہیں کرتا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیت قرآن: مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قُلُوبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ (خدا نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے بیسورہ احزاب ۳۳ آیت ۴) کے ذیل میں، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

لَا يَجْتَمِعُ حُبُّنَا وَحُبُّ عَدُوِّنَا فِي جَوْفِ انْصَانٍ

ایک انسان کے دل میں ہماری اور ہمارے دشمن کی محبت یکجا نہیں ہو سکتی

کیونکہ خداوند عالم نے انسان کے دو دل نہیں رکھے ہیں کہ ایک میں اس سے دوستی ہو اور ایک میں اس سے دشمنی ہمارے دوست کو چاہئے کہ اپنی محبت کو ہمارے لئے خالص کرے، اسی طرح جیسے سونا آگ میں پڑ کر خالص اور بے آلائش ہو جاتا ہے پس جو کوئی (اپنے دل میں) ہماری محبت کو جاننا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے دل کا امتحان کرے اگر اس کے دل میں ہماری محبت کے ساتھ ہمارے دشمن کی محبت بھی ہو، تو ایسا شخص ہم میں سے نہیں اور ہم بھی اس سے نہیں (نہ اس کا ہم سے تعلق ہے اور نہ ہمارا اس سے تعلق) (اہل البیت فی الکتاب والسنة ص ۲۲۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کے جواب میں، جو یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص آپؑ کی ولایت و محبت رکھتا ہے لیکن آپؑ کے دشمنوں سے بیزاری کے معاملے میں سست ہے، فرمایا:

هَيِّهَات! كَذِبَ مَنْ ادَّعى مَحَبَّتَنَا وَلَمْ يَتَّبِعْ مِنْ عَدُوِّنَا

افسوس! ایسا شخص جھوٹ بولتا ہے جو ہماری محبت اور ولایت کا دعویدار ہے لیکن ہمارے دشمن سے بیزار نہیں (حوالہ سابق)

مصائب و مشکلات کے لئے تیار رہنا

محبانِ اہل بیتؑ کو مصائب و مشکلات کے لئے تیار رہنا چاہئے یہ اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ محبت اور ولایت اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کا دعویٰ دار مشکلات اٹھانے اور صعوبتیں جھیلنے کے لئے تیار نہ ہو حضرت علی علیہ السلام کے بقول:

مَنْ أَحَبَّنَا هَلَّ الْبَيْتِ فَلَيْسَتْ عُدَّةٌ لِلْبَلَاءِ

جو شخص ہم سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہئے کہ مشکلات جھیلنے کے لئے تیار رہے (حوالہ سابق ص ۲۳۵)

عشق و محبت کا راستہ دشوار، پر خطر اور بلاؤں سے بھرا راستہ ہے سچا عاشق کبھی ان مشکلات، دشواریوں اور بلاؤں سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا، بلکہ بڑھ بڑھ کر ان کا استقبال کرتا ہے اور راہِ محبت میں تکلیف اُسکے لئے لذت و سرور بخش ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خونِ دل پینا اور مصیبتیں جھیلنا عشق کی ایک علامت ہے ہمیشہ ولا اور بلا، عشق اور سختی ساتھ ساتھ رہتے ہیں البلاء للولاء۔

۳:- غلو سے پرہیز

محبت کے راستے کی ضرر رساں چیزوں میں سے ایک چیز عقیدے کے بارے میں اور اہل بیتؑ سے اظہارِ محبت میں غلو (حد سے زیادہ بڑھ جانا) اور افراط ہے خود ائمہؑ اپنے زمانے میں غلو کی مشکل سے دوچار رہے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے جو ان کے خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور ایسے افراد سے بیزارى کا اظہار کرتے تھے اس حوالے سے بکثرت احادیث موجود ہیں، جیسے امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث کہ :

إِخْذَرُوا عَلَى شَبَابِكُمُ الْغُلَّةَ لَا يُفْسِدُونَهُمْ، فَإِنَّ الْغُلَّةَ شَرْخُلِقِ اللَّهِ، يُصْعَرُونَ عَظْمَةَ اللَّهِ وَيَدْعُونَ الرَّبُّوبِيَّةَ لِعِبَادِ اللَّهِ

اپنے جوانوں کو غالیوں سے بچا کے رکھو کہیں وہ انہیں خراب نہ کر دیغالی لوگ خدا کی بد ترین مخلوق ہیں، وہ خدا کی عظمت کو گھٹاتے ہیں اور خدا کے بندوں کے لئے مقامِ ربوبیت کا دعویٰ کرتے ہیں

(طوسی ص ۶۵۰ (امالیٰ

مدح و ستائش میں افراط اور پیغمبرؐ اور ائمہؑ کو مقامِ الوہیت اور ربوبیت تک پہنچا دینا ”غلو“ ہے محبت کو غلو سے آلودہ نہیں ہو نا چاہئے کیونکہ غلو باعثِ ہلاکت ہے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

هَلَكَ فِي رَجُلَانِ: مُجْبَغَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالَ

میرے بارے میں دو طرح کے لوگ برباد ہوئے ہیں: غلو کرنے والے دوست اور کینہ رکھنے والے دشمن (نہج البلاغہ کلماتِ قصار ۱۱۷)

پیغمبر اور ائمہ، نبی اور امام ہونے سے پہلے ”عبداللہ“ یعنی خدا کے بندے ہیں، جو پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں خود انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمیں حدِ ربوبیت سے نیچے رکھو، پھر ہمارے بارے میں جو چاہو کہو حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْعُلُوِّفِينَا، قُولُوا: إِنَّا عِبِيدٌ مَرْبُوبُونَ وَقُولُوا فِي فَضْلِنَا مَا شِئْتُمْ

ہمارے بارے میں غلو سے پرہیز کرو یہ عقیدہ رکھو کہ: ہم پروردگارِ عالم کے تحتِ اختیار بندے ہیں پھر اس کے بعد ہماری فضیلت میں جو چاہو کہو (اہل البیت فی الکتاب والسنتہ ص ۵۳۱)

اسلامی تاریخ میں غلو کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہوئے ہیں اس غلو کا اظہار اکثر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا گیا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے اس گمراہی اور فکری انحراف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مَثَلِي فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ مَثَلُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ، أَحَبُّهُ قَوْمٌ فَغَالُوا فِي حُبِّهِ فَهَلَكُوا وَأَبْغَضَهُ قَوْمٌ فَهَلَكُوا

اس امت میں میری مثال عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی سی ہے ایک گروہ نے ان سے محبت کی اور اس محبت میں غلو اور افراط کی وجہ سے ہلاکت سے دوچار ہوا جبکہ دوسرا گروہ ان سے بغض و عداوت کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوا (بحار الانوار ج ۳۵ ص ۳۱۵)

محبت میں افراط، حق سے دوری کا باعث ہے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک کلام میں نہروان کے خوارج کو خطاب کر کے فرمایا ہے:

میرے حوالے سے دو گروہ ہلاکت کا شکار ہوں گے: ایک مجھ سے محبت میں حد سے بڑھ جانے والے، جنہیں ”محبت“ ناحق راہ کی طرف لے جائے گیا اور دوسرے مجھ سے دشمنی میں حد سے گزر جانے والے (بحار الانوار ۳۳ ص ۳۷۳)

محبت میں غلو اور ائمتہ کو خدا سے نسبت دینا، ایک قسم کی بدعت اور شرک ہے، جس کا ارتکاب تاریخ اسلام میں نادان دوستوں یا کٹر دشمنوں نے کیا ہے اور جو شیعوں اور ائمتہ کے لئے درد سر بنے ہیں اور آج بھی ایسے عقائد و رجحانات شیعیت پر حملے اور اعتراض کے لئے دشمنوں کا ہتھیار ثابت ہوتے ہیں دشمنانِ اہل بیت خود اس قسم کے افکار و خیالات کی نشر و اشاعت میں مددگار رہے ہیں

اور آج بھی اس سلسلے میں تعاون کرتے نظر آتے ہیں کیونکہ وہ اس طرح شیعیت کے چہرے کو مسخ کر کے سامنے لاتے ہیں (۱)

البتہ ایک دوسری جانب سے ایک اور خطرہ بھی موجود ہے بعض علاقوں اور محافل میں، غلو کے خطرے کے خوف سے اہل بیتؑ کے اُن فضائل اور مناقب کا بیان بھی ترک کیا جا رہا ہے جو یقینی اور معتبر روایات کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور ہر اس فضیلت کو غلو کے نام سے مسترد کیا جا رہا ہے جو عقلِ بشر سے معمولی سی بھی ہم آہنگ نہیہ طرزِ عمل بھی درست نہیں اور دشمن ہم سے یہی چاہتا ہے۔

شیعیت کے مخالفین ہم پر غلو کا الزام لگاتے ہیں لہذا ہمیں چاہئے کہ غلو سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ اور عقیدے میں انحراف کا شکار ہوئے بغیر اپنے مخالفین کے الزامات کی رد میں جواب بھی ہمارے پاس موجود ہو اور ہم ”غلو“ اور ”فضائل“ کے بیان کے درمیان حد کو بھی جانتے ہوں، تاکہ ان کے شبہات کو دور کر سکیں۔

بہر حال ہمیں چاہئے کہ نوجوانوں اور بچوں کی فکری سطح اور ان کی ذہنی صلاحیت کو پیش نظر رکھیں اور ان کے سامنے ایسی احادیث اور فضائل بیان کریں، جو ان کے لئے قابلِ فہم اور قابلِ ہضم ہو صرف اس بنیاد پر کسی بات کو عام افراد کے سامنے بیان کرنے کا جواز فراہم نہیں ہوتا کہ یہ بات حدیث میں موجود ہے کبھی کبھی سننے اور پڑھنے والوں کے لئے فکری کشش نہ رکھنے کی وجہ سے کوئی بات ان کے ذہن میں شک و شبہ پیدا کر دیتی ہے اور وہ اصلِ دین اور عقائد کے منکر ہو جاتے ہیں۔

۱:- اس بارے میں تحقیق کے خواہشمند حضرات علامہ اسد حیدر کی تالیف ”امام جعفر الصادق والمذاہب الاربعہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۹“ پر مشکلة الغلاة کے عنوان سے گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

ایک میدان دو حملے

کیونکہ محبتِ اہل بیت پیدا کرنا ایک فکری عمل اور اغیار کی فکری و ثقافتی یلغار کے مقابل دفاعی بند باندھنا ہے لہذا اس گفتگو کی تکمیل کی خاطر یہ تحریر بھی کتاب میں شامل کی جا رہی ہے، جس میں فوجی اور ثقافتی حملوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔

نہ تو سرحد صرف بحری اور برّی ہوتی ہے، نہ حملہ صرف زمینی اور فضائی

نہ یلغار صرف فوجی ہوتی ہے، نہ شکست اور نقصان فقط مادّی

ثقافتی یلغار، فوجی حملے سے زیادہ خطرناک چیز ہے

فوجی حملے کا مقصد زمین پر قبضہ کرنا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار دین اور اخلاق کو نقصان پہنچانے کے لئے ہوتی ہے

فوجی یلغار انتہائی تیزی اور شور و غل کے ساتھ ہوتی ہے، جبکہ ثقافتی یلغار نہایت خاموشی اور آہستگی کے ساتھ

فوجی حملہ خوفزدہ کردینے والا اور نفرت انگیز ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار فریب دینے والی اور پرکشش ہوتی ہے

فوجی حملے کے مقابل لوگ اپنا دفاع کرتے اور اس سے مقابلہ کرتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار کا استقبال کرتے اور اسے خوش آمدید کہتے ہیں

فوجی حملے کے دوران مارا جانے والا شہید ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار کے نتیجے میں مرنے والا پلید

شہادت لوگوں کے لئے محبوب ہوتی ہے، لیکن گمراہی نفرت انگیز

فوجی یلغار میں دشمن اپنی دشمنی اور جنگ کا اعلان کرتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار میں دشمن اعلانِ دوستی کیا کرتا ہے

فوجی حملے میں پہلا فائر ہوتے ہی لوگ خطرے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن ثقافتی یلغار میں جب تک

دشمن اپنا آخری ہتھیار استعمال نہیں کرلیتا، اُس وقت تک بہت سے لوگ یہ ماننے ہی کو تیار نہیں ہوتے کہ اُن پر حملہ ہوا ہے

فوجی حملہ ظاہر و آشکارا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار پوشیدہ و پنہاں

فوجی حملے کے نتیجے میں زمین چھنتی ہے، اور ثقافتی یلغار میں دین اور عزت و آبرو ہاتھ سے جاتی ہے

فوجی حملے میں محاذوں پر دشمن کے ساتھ نبرد آزمائی ہوتی ہے، ثقافتی یلغار میں دشمن گھروں کے اندر حملہ آور ہوتا ہے

فوجی حملے میں بم برستے ہیں، ثقافتی یلغار میں شکوک و شبہات کی بارش ہوتی ہے

فوجی حملے کا اسلحہ میزائل اور بم ہوتے ہیں، ثقافتی یلغار میں مصنوعی سیارے اور مواصلاتی موجیں کام کرتی ہیں

فوجی حملے میں چھاؤنیاں، ہوائی اڈے، سڑکیں اور مورچے نشانے پر ہوتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار میں تعلیمی اداروں، مطبوعات، افکار اور عقائد کو نشانہ بنایا جاتا ہے

فوجی حملے کے دوران پہاڑوں، میدانوں اور سمندروں میں مقابلہ ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی یلغار میں رسائل، جرائد، فلموں، ڈراموں اور ناولوں میں جنگ آزمائی ہوتی ہے

فوجی میدانِ جنگ محدود ہوتا ہے، ثقافتی جنگ کا میدان انتہائی وسیع و عریض

عسکری میدان میں ہونے والا نقصان ظاہر اور نظر آنے والا ہوتا ہے، ثقافتی میدان میں ہونے والی بربادی اکثر لوگوں کو نظر ہی نہیں آتی

عسکری میدان کے اسیر جنگی قیدی بنتے ہیں، جبکہ ثقافتی میدان کے گرفتار شدگان غافل اور گمراہ

عسکری میدان میں شہادت ملتی ہے، جو پسماندگان کے سر بلند کر دیتی ہے، جبکہ ثقافتی میدان کے متاثرین کا غافل اور گمراہ ہوجانا اُن کے اہل خانہ کے لئے شرمناک ہوجاتا ہے

شہید کے باپ کاسر بلند ہوتا ہے، جبکہ گمراہ شخص کا باپ نادم و شرمندہ

فوجی میدان میں زخمی ہونے والے کو علاج معالجے کے لئے پچھلے مورچوں میں بھیج دیا جاتا ہے، جبکہ ثقافتی

میدان میں پہلا زخم کھاتے ہی انسان اگلی صفوں میں چلا جاتا ہے

عسکری میدان میں برسے والی گولیاں اور گولے جسموں کو زخمی اور معذور کرتے ہیں، جبکہ غلیظ ثقافت کا مہلک وائرس ایمان اور افکار کو نقصان پہنچاتا ہے

فوجی حملے میں دشمن بڑی اور بحری سرحدوں سے داخل ہوتا ہے، ثقافتی یلغار میں فکری اور روحانی سرحد وں سے

عسکری میدان میں جسے چوٹ لگتی ہے اُس میں مقابلے اور دشمنی کے جذبات بھڑکتے ہیں، جبکہ ثقافتی یلغار میں زخمی ہونے والا اپنے ہتھیار چھوڑ کر گھٹنے ٹیک دیتا ہے

ایک شہید کی تشیع جنازہ پورے شہرے میں ولولہ پیدا کر دیتی ہے، اور ایک نسل کی گمراہی معاشرے کی روح کو افسردہ کر دیتی ہے

فوجی یلغار قوم میں مقابلے کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جبکہ ثقافتی یلغار اسے مزید سست بنا دیتی ہے

عسکری میدان گولوں کی گھن گھرج سے گونج رہا ہوتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان پردلکش آوازوں کا سرور چھایا ہوا ہوتا ہے

میدانِ جنگ میں انسان خدا تک پہنچنے کے لئے خود کو فدا کر دیتا ہے، جبکہ ثقافتی میدان میں اپنے نفس کی تشفی کے لئے خدا کو قربان کر دیتا ہے

میدانِ جنگ میں قربان ہونے والے بھلائی کی راہ کے شہید ہیں، جبکہ ثقافتی میدان کے مارے جانے والے برائیوں اور گمراہیوں کی راہ کے مردار۔

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ثقافتی محاذ کے زخمی نہ ہوں

اور اگر خدا نخواستہ ہمیں کوئی زخم لگے بھی، تو بلا تاخیر توبہ کی علاج گاہ میں آجائیں، تاکہ جلد از اس کی تلافی ہو جائے

کیا ہم اپنی روح اور فکر کی سلامتی کو جسم کی سلامتی کے برابر بھی اہمیت دیتے ہیں؟